کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
وَ عَلٰی آلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ماہِ رمضان کیسے گزاریں؟

ناشر:

مکتبہ طیبہ

مرکز اسماعیل حبیب مسجد، ۱۲۶/کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی۔۳

نام کتاب	:	ماہِ رمضان کیسے گزاریں؟
تالیف	:	حضرت مولانا محمد شاکر علی نوری (امیرِ سُنی دعوتِ اسلامی)
کمپوزنگ	:	محمد عبداللہ اعظمی (مبلغ سُنی دعوتِ اسلامی)
پروف ریڈنگ	:	مولانا مظہر حسین علیمی (مبلغ سُنی دعوتِ اسلامی)
اشاعت باردوم	:	رجب المرجب ۱۴۲۸ھ (۲۰۰۷ء)
تعداد	:	
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ طیبہ مرکز اسمٰعیل حبیب مسجد، ۱۲۶/کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی۔۳

ملنے کے پتے	:	نیو سلور بک ایجنسی، محمد علی بلڈنگ، محمد علی روڈ، ممبئی۔۳
		ناز بکڈ پو، محمد علی بلڈنگ، محمد علی روڈ، ممبئی۔۳
		اقرا بکڈ پو، ۳۰/بی۔ نور منزل، محمد علی روڈ، ممبئی۔۳

مشمولات

شرفِ انتساب

میں اپنی اس تالیف کو ام المؤمنین، غمگسارِ رسول **حضرت خدیجۃ الکبریٰ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا و محبوبۂ رسول ام المؤمنین **حضرت عائشہ صدیقہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا و جگر گوشۂ رسول سیدۃ النسا **حضرت فاطمۃ الزہرا** رضی اللہ تعالیٰ عنہا و امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین **حضرت علی مرتضی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور **بالخصوص شہدائے بدر** رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ذواتِ مقدسہ سے منسوب کرتا ہوں جن کا وصال ماہِ رمضان المبارک میں ہوا۔ یقیناً آج اسلام کا لہلہاتا ہوا سبز و شاداب چمن انہیں ذواتِ مقدسہ کا مرہونِ منت ہے۔ اللہ رب العزت ان نفوسِ قدسیہ کے درجات کو بلند فرمائے اور ہم سب پر ان کے فیوض و برکات جاری رکھے۔

اس کتاب کی تصنیف پر تحریک ہمدردِ قوم و ملت برادرم و مشفقم **الحاج عثمان زرودروالا** کی صالح فکر سے ملی جو ہر سال ماہِ رمضان المبارک کے استقبال کے لئے مختلف منصوبے پیش کرتے رہتے ہیں۔ اللہ عزوجل ان کو شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے اور درازیٔ عمر بالخیر عطا فرمائے۔

آخر میں عرض ہے کہ اس کتاب سے استفادہ بھی کریں اور اس فقیر کے لئے دعائے خیر و مغفرت فرمائیں اور خاص طور پر میری والدہ ماجدہ کے لئے درازیٔ عمر بالخیر اور والد صاحب قبلہ کی بخشش کی دعا فرمائیں اور ہاں تحریک سُنی دعوت اسلامی کے فروغ و استحکام اور اس کتاب کی ترتیب و کمپوزنگ میں جامعہ غوثیہ کے طلبا و مبلغین نے ساتھ دیا ان کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ عزوجل سب پر کرم کی نظر فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم

طالبِ دعائے مغفرت
فقیر محمد شاکر نوری
(امیر سُنی دعوتِ اسلامی)

۱۳؍شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ

تقریظِ جلیل

حضرت علامہ مفتی محمد اشرف رضا قادری مصباحی دام ظلہ النورانی
مفتی و قاضی ادارۂ شرعیہ مہاراشٹرا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْمُصْطَفٰی الْاَشْرَفْ

مبلغ سُنیت، اخی فی الدین، الحاج الحافظ القاری مولانا محمد شاکر علی نوری زید مکارمکم امیر سُنی دعوتِ اسلامی کا مرتب رسالہ ''ماہِ رمضان کیسے گزاریں'' متعدد مقامات سے دیکھا، نافع و مفید پایا۔ اس میں انہوں نے اپنے مخصوص دعوتی انداز میں فضائل رمضان المبارک، مسائل روزہ، فوائد مسواک، برکاتِ تلاوت قرآنِ حکیم نیز نمازِ تراویح و اعتکاف اور شبِ قدر وغیرہ پر علم دوست احباب کے لئے اچھا حاصلِ مطالعہ پیش کیا ہے جو اصلاح اعمال کے لئے موزوں ہے۔

اس دور پُر آشوب اور صلح کُلی ماحول میں تحفظ عقائد اور صیانتِ دین و مذہب کے لئے مؤثر انداز میں کتابوں کی اشاعت کی سخت ضرورت ہے۔ جان و مال کا خوف دلا کر اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ مل بیٹھنے کا ایمان سوز حربہ شیاطین استعمال کر چکے، ایمان کی کھیتیاں جل رہی ہیں، عقیدہ کا باغ جھلس رہا ہے، امتیازِ سُنیت مجروح ہو رہا ہے، ایسے ماحول میں اسلام کے داعی، سُنیت کے مبلغ، مصلح قوم و ملت کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔

دعا ہے کہ مولیٰ امیر سُنی دعوت اسلامی و ان کے رفقائے کار راہ دین و سُنیت کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے کا جذبہ رکھنے والوں کو سرکارِ اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری حنفی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک کو خوب خوب عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا ارحم الراحمین بحرمۃ حبیبہ سید المرسلین علیہ و علی آلہ و صحبہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم و اکمل التسلیمات الف الف مرۃ فی کل لمحۃ و لحظۃ الی یوم الدین

اشرف رضا قادری
۵؍شعبان المکرم ۱۴۲۷ھ؍۳۰؍اگست ۲۰۰۶ء

مقدمہ

مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خان اعظمی (جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن آف لندن)

حامداً و مصلیاً و مسلماً

سالہائے گزشتہ کی طرح اس سال بھی سُنّی دعوتِ اسلامی کے سالانہ اجتماع منعقدہ پریسٹن (انگلینڈ) میں شرکت کی سعادت میسر آئی اور اس سال بھی حضرت مولانا شاکر نوری امیر سُنّی دعوت اسلامی اپنی گرانقدر تصنیف کا مسودہ لے کر آئے جسے دیکھ کر اور بالاستیعاب مطالعہ کر کے بے پایاں مسرت ہوئی۔

شعبانِ مقدس جلوہ گر ہو چکا ہے اور ماہِ رمضان کا استقبال کرنے کے لئے امتِ مسلمہ تیار ہے۔ امید ہے کہ استقبالِ ماہِ رمضان سے قبل ہی اہل علم و دانش کے ہاتھوں تک ہم ’’ماہِ رمضان کیسے گزاریں‘‘ کا تحفہ پہونچ چکا ہوگا۔ الحمدللہ ماہِ رمضان ہر سال جلوہ فگن ہوتا ہے اور امت مسلمہ اس ماہ کی سعادتوں اور برکتوں سے بقدرِ توفیق فیضیاب بھی ہوتی ہے مگر بہت کم لوگ ہیں جو اس ماہ کو ایمان و احتساب کے تقاضوں کے ساتھ گزارتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سالہا سال روزہ رکھنے کے باوجود بھی ہماری زندگیوں میں وہ تبدیلی پیدا نہیں ہوتی جس کا تقاضا یہ ماہ مبارک کرتا ہے۔ جس کی وجہ یا تو ہماری غفلت ہے یا اس ماہِ مبارک کے اعمال سے ناواقفیت، جبکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارا روزہ تمہیں جھوٹ اور دوسری برائیوں سے باز نہیں رکھتا تو اللہ کو تمہارے بھوکے اور پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ماہِ رمضان در اصل ایک روحانی تربیت کا مہینہ ہے جس میں انسان ان تمام خصائلِ حمیدہ سے آراستہ ہو جاتا ہے جو شجر تقویٰ کے برگ و بار کی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ

روزہ کی فرضیت کا بنیادی مقصد ہی شجر تقویٰ کی آبیاری ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے ’’يَآاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ‘‘ (سورۂ بقرہ: پ۲، آیت ۱۸۳)

روزہ امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے پہلے بھی تمام انبیائے کرام کی امتوں پر فرض تھا اس لئے کہ روحانی اور اخلاقی تربیت کے لئے روزہ بہت ضروری ہے۔

وہ مذاہب جو رہبانیت یعنی ترکِ دنیا اور ترکِ لذات و نوازع ذکریہ کی تعلیم دیتے ہیں وہ روحانی ارتقا کے لئے پوری زندگی مجرد رہنے اور دنیاوی علائق سے بے نیاز ہو جانے کا حکم دیتے ہیں لیکن رہبانیت ایک طرح سے ’فرار عن الحیات‘ ہے جب کہ اسلام زندگی کا مذہب ہے اور پورے عالمِ انسانی کا مذہب ہے۔ اگر تمام انسان رہبانیت اختیار کر لیں تو قافلۂ حیات آگے نہ بڑھ سکے گا اس لئے اسلام میں رہبانیت کی گنجائش نہیں۔ فرمایا گیا ’’لَا رَهْبَانِيَةَ فِي الْإِسْلَامِ‘‘

البتہ ارتقائے روحانی کے لئے ماہِ رمضان عطا فرمایا گیا تا کہ امت مسلمہ اس ماہ مبارک میں روزہ رکھ کر زندگی بھر رہبانیت کے ذریعہ روحانی منازل طے کرنے والوں سے زیادہ بلند روحانی مقام حاصل کر لے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن عظیم نے لیلۃ القدر کو ہزار مہینے کی راتوں سے بہتر قرار دیا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ گرامی ہے کہ اس ماہ کا اول رحمت، وسط مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔ رحمت، مغفرت اور جہنم سے آزادی کی ترتیب میں ایک فطری ربط پایا جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے وہ ساری کائنات کی پرورش اس لئے کرتا ہے کہ یہ اس کی صفت رحمٰن و رحیم کا تقاضا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے گناہ اپنی رحمت بے پایاں سے معاف فرمائے گا۔ سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد

فرماتا ہے کہ میری رحمت کے ۱۰۰ ر حصے ہیں، میں نے اس کا ایک حصہ اپنی مخلوق کو عطا فرمایا ہے۔ جب سے وہ دوسروں کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرتی ہے حتّٰی کہ جانور اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ اور ننانوے (۹۹) حصے میں نے قیامت کے دن اپنے بندوں کے لئے مخصوص فرما رکھا ہے۔ (مفہوماً)

اس سے معلوم ہوا کہ مغفرت بغیر رحمت کے ممکن نہیں۔ چنانچہ رمضان کے پہلے عشرے میں بندے کو چاہئے کہ رحمت طلب کرے تا کہ دوسرے عشرے میں مغفرت کا حقدار بن جائے اور دوسرے عشرے میں طلب مغفرت کے بعد گناہوں سے پاک وصاف ہوجائے اور تیسرے عشرے میں جہنم سے آزاد ہوکر جنت میں جانے کا مستحق ہوجائے۔ اصل میں جنت میں انسان گناہوں کی گندگی کی وجہ سے داخل نہیں ہو سکے گا اس لئے دخولِ جنت کے لئے مغفرت ضروری ہے۔

ہر سال ماہِ رمضان میں لاکھوں افراد کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور انہیں مستحق جنت قرار دیا جاتا ہے۔ اس لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مَــنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَّ اِحتِسَاباً غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ'' (بخاری شریف: ۱/۲۵۵)

ماہِ رمضان اور تلاوتِ قرآن: ماہِ رمضان کا تلاوت قرآن عظیم سے بڑا گہرا ربط ہے۔ قرآن عظیم ماہِ رمضان میں نازل ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ ذیشان ہے ''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ'' اس طرح رمضان گویا نزول قرآن کی سالگرہ کا مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک میں خود سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مہینوں کے مقابلے میں قرآن پاک کی تلاوت زیادہ فرماتے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن سناتے بھی تھے اور قرآن سنتے بھی تھے۔ انبیائے کرام پر نزول وحی کے آغاز سے پہلے روزے کا حکم دیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا فرمانے سے پہلے کوہِ

طور پر چالیس روز تک روزہ اور عبادت نیز دیگر علائق دنیوی سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا گیا اور چالیس روز کی تکمیل کے بعد انہیں توریت عطا کی گئی۔

آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم تو نہیں دیا گیا مگر انہوں نے اپنی پیغمبرانہ فطرت کی دعوت پر غارِ حراء میں تنہائی اختیار کی جہاں اکثر وہ روزے کی حالت میں ہوتے تھے اور اسی حالت میں نزولِ قرآن کا آغاز ہوا۔

اب نزولِ وحی تو ممکن نہیں مگر رمضان میں تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کرنے والوں کے دل پر قرآن پاک کے انوار و برکات ضرور اترتے ہیں اس لئے کہ اس ماہ میں قرآن عظیم کی تلاوت کے ساتھ ساتھ کسی حد تک علائق دنیوی اور خواہشاتِ مادی سے بے تعلقی ہوتی ہے۔

دنیا میں کوئی ایسا نظام زندگی اور قانونِ حیات نہیں ہے جس کے ماننے والوں کو ہر سال پورا دستورِ حیات سنایا جاتا ہو اور اس کی یاددہانی کرائی جاتی ہو مگر تراویح کے ذریعہ ہر سال امت مسلمہ پورا قرآن عظیم سنتی بھی ہے اور پڑھتی بھی ہے۔ کاش! مسلمان سمجھ کر پڑھتے اور عمل کرتے تو آج عالم اسلام کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر — اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

رمضان پاک میں شیطان پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے تا کہ وہ اہلِ ایمان کو بہکا نہ سکے اور مسلمان اپنی روحانی تربیت اور عملی ٹریننگ کا زمانہ شیطان کی مداخلت کے بغیر کامل کر سکے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ تربیت لینے والے کو تربیت دینے والا بہت سے حفاظتی انتظامات کے ساتھ تربیت دیتا ہے اور جب تربیت کامل ہو جاتی ہے تو حفاظتی انتظامات اٹھائے جاتے ہیں اور وہی وقت اس کی تربیت کی آزمائش کا ہوتا ہے۔

رمضان کے بعد شیطان کو آزاد کر دیا جاتا ہے۔ اگر مردِ مومن نے ایمان واحتساب

کے ساتھ روزہ رکھا اور ہاتھ، پاؤں، آنکھ، زبان وغیرہ کو بھی روزہ دار رکھا تو ماہِ مبارک گزر جانے کے بعد بھی رمضان کی حالت پر کسی حد تک قائم رہتا ہے اور اگر تربیت ناقص رہ گئی تو وہ پھر ماہِ رمضان سے قبل کی زندگی کی طرف لوٹ جاتا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کا روزہ مقبول نہیں ہوا۔ ایسے انسان کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ موت سے پہلے اللہ اس کو ایک ایسا ماہِ رمضان ضرور عطا کرے جب اس کے روزے مقبول ہو گئے ہوں اور اس کے سارے گناہ معاف فرما کر اس کو مستحق جنت قرار دیا گیا ہو۔

ماہِ رمضان روزہ دار کے اندر بہت سی روحانی اور اخلاقی خوبیوں کو پروان چڑھاتا ہے۔ مثلاً

(۱) اللہ کا خوف ہر حالت میں روزہ دار کے دل پر طاری رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خلوت میں کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو حکم ربانی کے خلاف ہو۔

(۲) روزہ دار کے اندر صبر اور برداشت نیز ضبط نفس کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ گالی یا دعوتِ مبارزت کے جواب میں صرف یہ کہتا ہے کہ میں روزہ دار ہوں اور گزر جاتا ہے۔

(۳) اپنے اوقاتِ کار کو منضبط کرتا ہے، شب بیداری کی عادت پیدا ہوتی ہے، تہجد اور نوافل کا پابند ہو جاتا ہے، جماعت کا اہتمام کرتا ہے۔

(۴) اس کے اندر اپنے احتساب کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور ''حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا'' کی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔

(۵) ''اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ'' کے فرمان عالیشان کے مطابق وہ شیطان کے مقابلے کے لئے خود کو تیار کر لیتا ہے اور اس کو قدرت کی طرف سے ایک ڈھال مل جاتی ہے جو شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

(۶) اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر

دئے جاتے ہیں اور شیاطین کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔

(۷) رمضان کی برکت سے اسے دو خوشیاں میسر آتی ہیں، ایک وقت افطار اور ایک زیارت پروردگار کے وقت۔

(۸) اس ماہِ مبارک میں روزہ دار کے نوافل فرض کا، فرض ستر فرضوں کا حامل رہتے ہیں۔

(۹) اس ماہِ مبارک میں روزہ دار کا دل نرم اور اخلاقی خوبیوں سے معمور ہوتا ہے۔ اس کے اندر جذبۂ سخاوت پیدا ہوتا ہے اور دوسرے دنوں کے مقابلے میں زیادہ امورِ خیر میں حصہ لیتا ہے۔

(۱۰) افطاری اور سحری کی برکتیں حاصل کرتا ہے۔

(۱۱) روزہ اور قرآن کی شفاعت کا مستحق ہوتا ہے۔

(۱۲) لیلۃ القدر کی برکتوں سے فیضیاب ہوتا ہے۔

(۱۳) روزہ دار خود کو رمضان کے بعد بھی نفلی روزوں کے لئے آمادہ کر لیتا ہے۔

(۱۴) روزہ دار جسمانی صحت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ **مولانا شاکر نوری صاحب** نے اس کتاب میں ماہِ صیام کے بیشتر اعمال کا احاطہ کیا ہے اور اسلوب دعوت کا ہے اس لئے دلنشیں اور مؤثر ہے۔ امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعے سے ہزاروں افراد کو ماہِ رمضان کو صحیح طور پر گزارنے کی توفیق ملے گی اور وہ اپنی زندگی میں ایک اخلاقی اور روحانی انقلاب پیدا کر سکیں گے۔

❁❁❁❁❁
❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ
وَ عَلٰی آلِکَ وَ اَصۡحَابِکَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہِ ﷺ

اللہ عزوجل کا بے پناہ احسان اور اس کا شکر ہے کہ اس نے اپنے پیارے محبوب صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں، اگر ہم اس کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہیں تو نہیں کرسکیں گے۔ جیسا کہ خود اسی کا فرمان ہے ''وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ لاَ تُحۡصُوۡھَا'' اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم نہیں کرسکتے۔

اس سے پتہ چلا کہ رب قدیر جل جلالہٗ نے ہمیں بے حساب نعمتیں عطا فرمائیں، بن مانگے اور بن محنت کے، یہ اللہ عزوجل ہی کی ذات ہے کہ نعمتِ کثیرہ سے ہمیں نوازتا ہے۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کی نعمتوں کا شکر یہ نعمتوں کی قدر کے ذریعہ ادا کریں۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ماہِ رمضان المبارک جو اللہ عزوجل کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے اس کے استقبال اور گزارنے کے تعلق سے کچھ باتیں لکھنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں تاکہ ہم اللہ عزوجل کی عظیم نعمت ماہ رمضان المبارک کی برکتوں سے مالا مال ہوسکیں اور جب اس نعمت کے حوالے سے قیامت میں سوال کیا جائے تو ہم ماہ رمضان المبارک کے روزوں کی شفاعت کے حقدار بن جائیں۔

آیئے سب سے پہلے ماہِ رمضان المبارک کے نام اور اس کے معانی کو سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ مقصدِ رمضان المبارک ہماری فہم میں آسکے۔

ماہِ رمضان کی وجہ تسمیہ

''رَمَضَان'' ''رَمۡضٌ'' کا مصدر ہے، رمض کا معنی ہے ''جلنا'' مفسرینِ کرام نے رمضان کی چند وجوہ تسمیہ بتائی ہیں۔

(۱) روزہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

(۲) جب اس ماہ کے نام رکھنے کی باری آئی تو سخت گرمی تھی اس وجہ سے اس کا نام رمضان رکھا گیا جیسا کہ ربیع الاول، ربیع الثانی کے جس وقت نام رکھے گئے اس وقت موسم بہار تھا۔

(۳) ''رمضان'' اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے لہٰذا اس لحاظ سے اسے رمضان نہیں بلکہ ''شھر'' کی اس کی جانب اضافت کرکے ''شہرِ رمضان'' یعنی اللہ کا مہینہ کہنا چاہئے جیسا کہ مروی ہے ''وَ لاَ تَقُوۡلُوۡا جَاءَ رَمَضَانُ وَ ذَھَبَ رَمَضَانُ'' یہ نہ کہو کہ رمضان آیا، رمضان گیا بلکہ یہ کہو کہ ماہِ رمضان آیا، ماہِ رمضان گیا۔ (روح البیان: ج۲،ص۱۰۴، ۱۰۵، ملخصاً)

رمضان کے پانچ حروف

بزرگانِ دین علیہم الرحمۃ و الرضوان نے فرمایا کہ رمضان میں پانچ حروف ہیں۔ (ر) سے رضائے الٰہی (م) سے مغفرتِ الٰہی (ض) سے ضمانتِ الٰہی (الف) سے الفتِ الٰہی (ن) سے نوال و عطائے الٰہی مراد ہے۔ گویا جس نے رمضان المبارک میں عبادت کیا وہ ان ساری چیزوں کا حقدار ہے۔ (نزہۃ المجالس ج۱ص۱۸۱)

ماہِ رمضان کی خصوصیات

دوسرے مہینوں پر ماہِ رمضان المبارک کی فضیلت چند اعتبار سے ہے۔

☆ قرآنِ مقدس میں یہ تو مذکور ہے کہ مہینے بارہ ہیں اور یہ بھی مذکور ہے کہ ان میں سے چار حرمت والے ہیں وہ حرمت و عزت والے مہینے کون ہیں یہ مذکور نہیں لیکن ماہِ رمضان المبارک کا نام قرآنِ مقدس میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے باقی کسی بھی مہینے کا نام صراحت کے ساتھ مذکور نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''شَھۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡآنُ'' رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا۔

☆ ماہِ رمضان میں قرآنِ مقدس کا نزول ہوا جیسا کہ مذکورہ بالا آیت میں ہے۔

☆ اسی ماہ میں شبِ قدر ہے، جس کا قیام (عبادت و شب بیداری) ہزار مہینوں کے قیام

سے بہتر ہے۔

☆ ہر ماہ میں عبادت کے لئے وقت مقرر ہے مگر اس ماہ میں روزہ دار کا لمحہ لمحہ عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

☆ اس ماہ میں نیکیوں کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔

☆ نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر ہو جاتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اس ماہ میں اپنے بندوں پر خصوصی توجہ فرماتا ہے۔

☆ جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔

☆ جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔

☆ آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور بندوں کی جائز دعائیں بابِ اجابت تک بالکل آسانی کے ساتھ پہنچ جاتی ہیں۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے اسی ماہ کی ایک تاریخ کو نازل ہوئے۔

☆ توریت شریف اسی ماہ کی ۶/تاریخ کو نازل ہوئی۔

☆ انجیل شریف اسی ماہ کی ۱۳/تاریخ کو نازل ہوئی۔

☆ قرآنِ مقدس اسی ماہ کی چوبیس تاریخ کو نازل ہوا۔

☆ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال اسی ماہ کی ۳/تاریخ کو ہوا۔

☆ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال اسی ماہ کی ۱۷/تاریخ کو ہوا۔

☆ جنگِ بدر اسی ماہ کی ۱۷/تاریخ کو ہوئی۔

☆ فتح مکہ اسی ماہ کی ۲۰/تاریخ کو ہوئی۔

☆ حضرت علی مشکل کشا شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اسی ماہ کی ۲۱/تاریخ کو ہوئی۔

فضائلِ ماہِ رمضان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ''، یعنی جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ (بخاری شریف: ج۱، ص۲۵۵)

ماہِ رمضان اور رحمتِ رحمن

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ رمضان کی ہر شب کو بوقتِ افطار ایک لاکھ دوزخیوں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے اور وہ دوزخی ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر عذاب واجب ہو جاتا ہے، جب رمضان کی آخری شب ہوتی ہے تو اس میں اتنی تعداد میں آزاد فرماتا ہے جتنی تعداد میں رمضان کی پہلی شب سے لے کر آخری تک آزاد کر چکا ہوتا ہے۔

مکہ معظمہ میں ماہِ رمضان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مکہ میں رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا ہو سکا قیام کیا (نوافل پڑھے) تو اللہ جل جلالہٗ اس کے لئے دوسری جگہ کی بہ نسبت ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا اور ہر دن ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر روز جہاد میں گھوڑے پر سوار کر دینے کا ثواب اور ہر دن میں حسنہ اور ہر رات میں حسنہ لکھے گا۔ (بہار شریعت)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو استطاعت بخشی ہے تو مکۂ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں ماہِ رمضان المبارک گزارنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شیطان قید میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ماہِ رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو قید کردیا جاتا ہے۔ (بخاری: ۱/۲۵۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ شیطانوں کو رمضان کے مہینہ میں قید کردیا جاتا ہے، اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب شیطانوں کو قید کردیا جاتا ہے تو پھر کیوں لوگ رمضان کے مہینے میں گناہ کرتے ہیں؟

اس سوال کے متعدد جوابات دئے گئے ہیں:

اول: یہ کہ بڑے بڑے شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے شیطان کھلے پھرتے ہیں، جن کی وجہ سے لوگ گناہ کرتے ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ”صُفِّدَتْ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ“ یعنی سرکش اور بڑے بڑے شیاطین قید کردئے جاتے ہیں۔

دوم: یہ کہ گمراہ کرنے والا ایک خارجی شیطان ہے اور ایک داخلی شیطان ہے جس کو ”لُمَّةُ شَيْطَانَ قَرِيْنٌ مِّنَ الْجِنِّ“ اور اردو میں ہمزاد کہتے ہیں، خارجی شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے، داخلی شیطان کو قید نہیں کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگ گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں۔

سوم: یہ کہ شیطان کے گیارہ ماہ بہکانے اور وساوس کا اثر اس قدر راسخ ہوجاتا ہے کہ اس کی ایک ماہ کی غیر حاضری سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور لوگ بدستور برائی اور گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ

چہارم: برائی میں مشغول لوگوں کو کم از کم اس ماہ میں تو یہ تسلیم کرلینا چاہئے کہ ان کی غلط کاریوں اور بے راہ رویوں میں شیطان کے وسوسہ سے زیادہ خود ان کی ذات اور برے ارادوں کا دخل ہے کیوں کہ اس ماہ میں جب شیاطین مقید کردئے جاتے ہیں اور وہ لوگ پھر بھی برائیوں اور برے کاموں سے باز نہیں آتے، حد تو یہ ہے کہ بعض جگہوں پر رات بھر جوئے اور لہو ولعب کا بازار گرم ہوتا ہے (جیسے کہ رمضان اسی لئے آیا ہو) اور سحری کے فوراً بعد لوگ خوابِ غفلت کا شکار ہو کر نمازِ

فجر کو بھی ترک کردیتے ہیں لہٰذا ان کی برائی اور برے کاموں کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔

رحمت، مغفرت اور آگ سے آزادی

حدیث شریف میں ہے کہ حضور تاجدارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان ایسا مہینہ ہے جس کا اول رحمت ہے، اس کے درمیان میں بخشش ہے اور اس کے آخر میں آگ سے آزادی ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مذکورہ حدیث شریف میں رمضان المبارک کی برکت اور بزرگی کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے رمضان المبارک کی اہمیت اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے، ماہِ رمضان میں روزہ رکھنا، افطاری کرنا اور کروانا، قیام اللیل کرنا اور دن کے وقت بھوک اور پیاس سے صبر وضبط اور ہر بری چیز سے پرہیز کرنا، یہ تمام افعال وہ ہیں جو ہم گنہگار مسلمانوں کی بخشش اور نجات کا وسیلہ ہیں۔

حیاتِ انسانی کے تین ادوار اور رمضان المبارک کے تین عشرے

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگرچہ انسان کی حیات بے شمار مراحل سے گزر کر ارتقائی مراحل طے کرتی ہوئی اپنی انتہا کو پہونچتی ہے لیکن حیات کے تین دور قابلِ ذکر ہیں۔

پہلا دور دنیا کی زندگی ہے جس کا تعلق روح اور جسم سے وابستہ ہے اور زندگی کا یہ دور پیدائش سے لے کر موت تک ہے، اس دور میں ہر انسان اپنی روح اور جسم دونوں کو پرسکون طریقے سے مادی آسائش پہنچانا چاہتا ہے اور مصائب وآلام سے نجات چاہتا ہے۔

حیات کا دوسرا مرحلہ موت سے لے کر قیامت تک کا ہے جسے عالمِ برزخ کہا جاتا ہے، زندگی کے اس مرحلے کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، سوائے اس کے کہ جتنا علم اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے، صرف اسی حد تک انسان اس مرحلے کے بارے میں جانتا ہے۔

تیسرا مرحلہ قیامت کے بعد نا ختم ہونے والی زندگی ہے، یہ زندگی حساب وکتاب کے

بعد جزاء کے طور پر جنت کی صورت میں یا سزا کے طور پر دوزخ کی صورت میں ہوگی۔

روزہ ایسی عبادت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق زندگی کے ان تمام مراحل میں کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ رمضان کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے جو زندگی کے خصوصاً پہلے مرحلے میں اشد ضروری ہے۔

دوسرا عشرہ مغفرت کا ہے جو زندگی کے دوسرے مرحلے کے لئے کارآمد ہے کہ اس کی وجہ سے قبر میں راحت ملے گی اور تیسرا عشرہ جہنم سے آزادی کا ہے جو زندگی کے تیسرے مرحلے میں کارآمد ہے۔ تو گویا جس نے رمضان کے پورے ماہ کے روزے رکھے اسے زندگی کے تمام مراحل میں راحت وسکون میسر آئے گا۔ رب قدیر ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

آنکھوں کی تکلیف دور

جو شخص ماہِ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر حمد وثناء بجالائے اور سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ لے تو اسے مہینہ بھر آنکھوں میں کسی بھی قسم کی شکایت نہیں ہوگی۔ (نزہۃ المجالس: ج۱ص۵۷۵)

فرشتوں میں فخر

حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم مہینہ کے آغاز پر چاند دیکھو تو یہ دعاء پڑھ لیا کرو "وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَکَ وَ قَدَّرَکَ مَنَازِلَ وَ جَعَلَکَ آيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" تو اللہ تعالیٰ فرشتوں میں اظہار فخر فرمائے گا اور کہے گا میرے فرشتو! گواہ رہو میں نے اپنے بندے کو دوزخ سے آزاد کردیا۔

(نزہۃ المجالس: ج۱ص۵۷۵)

نور کا شہر

نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ماہِ رمضان المبارک میں عبادت پر استقامت اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر رکعت پر نور کا ایک شہر انعام دے گا۔

بخشش کا ذمہ

نبی کونین صاحبِ قاب قوسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ماہِ رمضان المبارک میں اپنے والدین کی خدمت اپنی استطاعت کے مطابق سرانجام دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر خصوصی نظر رحمت فرماتا ہے اور اس کی بخشش کا میں ذمہ لیتا ہوں اور جو عورت ماہِ رمضان المبارک میں اپنے خاوند کی رضا جوئی میں مصروف رہتی ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں حضرت مریم وحضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی معیت (ساتھ) عطا فرمائے گا۔ (نزہۃ المجالس: ۱/۵۷۷)

سال کا دل

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ماہِ رمضان المبارک سال کا دل ہے، جب یہ درست رہا تو پورا سال درست رہے گا۔

آفات سے محفوظ

کتاب البرکت میں حضرت مسعودی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جو ماہِ رمضان المبارک کی پہلی شب سورۂ فتح پڑھتا ہے وہ سال بھر ہر قسم کی آفات وبلیات سے محفوظ رہتا ہے۔

عذاب سے چھٹکارہ کا ذریعہ

شیرِ خدا مشکل کشا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو امت محمدیہ کو عذاب سے دوچار کرنا ہوتا تو اسے ماہِ رمضان اور سورۂ اخلاص کبھی عطا نہ فرماتا۔

امت کے لئے امان

بعض بزرگانِ دین سے منقول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمین والوں کے لئے اور ماہِ رمضان المبارک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے لئے امان ہے۔

ماہِ رمضان کے احترام کا انعام

بخارا کے شہر میں ایک مجوسی (آگ کی پوجا کرنے والے) کا لڑکا مسلمانوں کے بازار میں رمضان کے مہینے میں کھانا کھا رہا تھا، یہ دیکھ کر اس کے باپ نے اپنے لڑکے کے منہ پر طمانچہ

مارا اور سخت ناراض ہوا، لڑکے نے کہا: ابا جان! تم بھی تو رمضان میں ہر روز دن کے وقت کھاتے
رہتے ہو، باپ نے کہا واقعی میں روزہ نہیں رکھتا اور کھانا بھی کھاتا ہوں مگر خفیہ طور پر گھر بیٹھ کر کھاتا
ہوں، مسلمانوں کے سامنے نہیں کھاتا ہوں، اس ماہِ مبارک کا احترام کرتا ہوں۔

کچھ عرصہ کے بعد اس مجوسی کا انتقال ہو گیا تو بخارا کے کسی نیک آدمی نے اسے خواب
میں دیکھا کہ وہ جنت میں ٹہل رہا ہے، انہوں نے مجوسی سے پوچھا تو جنت میں کیسے داخل ہو گیا؟ تو
تو مجوسی تھا۔ اس نے کہا واقعی میں مجوسی تھا مگر موت کا وقت قریب آیا تو ماہِ رمضان کے احترام کی
برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام لانے کی توفیق دی اور میں مسلمان ہو کر مرا اور یہ جنت
رمضان کے احترام میں اسلام ملنے پر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ (نزهة المجالس: ص ۵۸۰ بتغيير)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! غور کرو کہ ایک آتش
پرست نے ماہِ رمضان کا احترام کیا تو اللہ رب العزت نے اس کے عوض اسے ایمان کی دولت بے
بہا سے نواز کر جنت عطا فرما دی تو ہم تو مسلمان ہیں اگر ہم ایامِ رمضان کی قدر کریں گے، اس کی
حرمت کو پامال نہ کریں گے تو ضرور رب قدیر کے فضل و کرم کے مستحق قرار پائیں گے۔ رب قدیر
کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سب کو ماہِ رمضان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ماہ رمضان کی بے حرمتی کی سزا

قیامت کے دن ایک شخص کو ایسی حالت میں لایا جائے گا کہ فرشتے اس کو خوب مار پیٹ
رہے ہوں گے، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ سہارا تلاش کرے گا، آپ ان سے
دریافت فرمائیں گے اس کا کیا گناہ ہے کہ اتنا مار رہے ہو؟ وہ کہیں گے اس نے ماہِ رمضان
المبارک کو پایا مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر ڈٹا رہا، حضور سفارش کرنا چاہیں گے تو حکم ہوگا
میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا دعویٰ تو ماہِ رمضان نے کیا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرمائیں گے جس کا دعویدار ماہِ رمضان ہے میں اس سے بیزار ہوں۔ (نزہۃ المجالس: ص ۵۸۰)

اے خالق ارض و سما! اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں ماہِ رمضان کا
احترام کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہر اس فعل سے بچا جو ماہِ رمضان کی بے حرمتی کا سبب بنے۔ آمین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان کیسے گزارا کرتے تھے

سب سے پہلا معمول آپ کا یہ ہے کہ آپ رمضان المبارک کی آمد سے کئی ایام پہلے
سے ہی اس کے پانے کی دعا کرتے رہتے چنانچہ امام طبرانی کی اوسط میں اور مسند بزار میں ہے کہ
جیسے ہی رجب کا چاند طلوع ہوتا تو آپ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتے "اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ
رَجَبٍ وَ شَعْبَانَ وَ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ" اے اللہ! ہمارے لئے رجب وشعبان بابرکت بنادے اور
ہمیں رمضان نصیب فرما۔

مخصوص دعا کا ورد

جب رمضان المبارک شروع ہوتا تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ
اقدس میں مخصوص دعا کیا کرتے اور یوں عرض کرتے "اَللّٰھُمَّ سَلِّمْنِیْ مِنْ رَمَضَانَ وَ سَلِّمْ
رَمَضَانَ لِیْ وَ سَلِّمْهُ مِنِّیْ" اے اللہ عزوجل! مجھے رمضان کے لئے سلامتی (صحت وتندرستی)
عطا فرما اور میرے لئے رمضان (کے اول و آخر کو بادل وغیرہ سے) محفوظ فرما اور مجھے اس میں
اپنی نافرمانی سے محفوظ فرما۔

رنگ مبارک فق ہو جاتا

جب رمضان المبارک آتا تو اس خوف کے پیشِ نظر کہ کہیں کسی مشکل کی وجہ سے اس
میں حقِ عبودیت میں کمی نہ ہو جائے، آپ کا رنگِ مبارک فق ہو جاتا۔ چنانچہ ام المؤمنین سیدہ
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تھی
"اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ تَغَیَّرَ لَوْنُہٗ" جب رمضان المبارک شروع ہوتا تو آپ کا رنگ فق ہو جاتا۔

صحابہ کو مبارک باد دیتے

جب یہ مقدس ومبارک ماہ اپنی رحمتوں کے ساتھ سایہ فگن ہوتا تو غمخوار امت شفیع رحمت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو اس کی آمد کی مبارک باد دیتے، چنانچہ امام احمد اور امام نسائی نے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا مبارک معمول ان الفاظ میں نقل کیا ہے ''کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُبَشِّرُ اَصْحَابَہٗ یَقُوْلُ جَآءَ کُمْ شَھْرُ رَمَضَانَ شَھْرٌ مُّبَارَکٌ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ صِیَامَہٗ تُفْتَحُ فِیْہِ اَبْوَابُ الْجِنَانِ وَ تُغْلَقُ فِیْہِ اَبْوَابُ الْجَحِیْمِ وَ تُغْلَقُ فِیْہِ الشَّیَاطِیْنُ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ مَّنْ حَرُمَ خَیْرَھَا فَقَدْ حَرُمَ'' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو یہ کہتے ہوئے مبارک باد دیتے کہ تم پر رمضان کا مہینہ جلوہ فگن ہوا ہے جو نہایت بابرکت ہے، اس کے روزے تم پر اللہ نے فرض فرمائے ہیں، اس میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں، شیطانوں کو باندھ دیا جاتا ہے، اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو اس سے محروم ہو گیا وہ محروم ہی رہے گا۔

امام جلال الدین سیوطی اور شیخ ابن رجب علیہما الرحمہ کہتے ہیں مسئلۂ مبارکباد کے لئے یہ حدیث بنیاد ہے ''ھٰذَا الْحَدِیْثُ اَصْلٌ فِیْ تَھْنِیَۃِ شَھْرِ رَمَضَانَ'' رمضان المبارک کی مبارک باد پیش کرنے پر یہ حدیث اصل ہے۔ (الحاوی للفتاوی، ۱/۱۹۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! وہ ماہ مومن کے لئے کیوں مبارکباد کا سبب نہ ہوگا جس میں جنت کے دروازے کھل جائیں، شیطان پر پابندیاں لگ جائیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جائیں۔ لہٰذا ہمیں بھی ادائے سنت کی نیت سے اسلامی بھائیوں، دوست واحباب کو مبارکباد پیش کرنا چاہئے۔

رمضان المبارک کو خوش آمدید کہتے

صحابہ کو مبارک باد اور ان پر اس کی اہمیت واضح کرنے کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک کو خوش آمدید فرماتے، کنز العمال اور مجمع الزوائد میں ہے، آپ فرماتے ''اَتَاکُمْ رَمَضَانُ سَیِّدُ الشُّھُوْرِ فَمَرْحَباً وَّ اَھْلاً'' لوگو! تمہارے پاس رمضان تمام مہینوں کا سردار آ گیا، ہم اسے خوش آمدید کہتے ہیں۔ (مجمع الزوائد، ۳/۱۴۰)

آمد رمضان پر خطبہ ارشاد فرماتے

جس دن رمضان المبارک کا چاند طلوع ہونے کی امید ہوتی اور شعبان کا آخری دن ہوتا تو آپ مسجد نبوی میں صحابہ کرام کو جمع فرما کر خطبہ ارشاد فرماتے جس میں رمضان المبارک کے فضائل و وظائف اور اہمیت کو اجاگر فرماتے تاکہ اس کے شب و روز سے خوب فائدہ اٹھایا جائے اور اس میں غفلت ہرگز نہ برتی جائے، اس کے ایک ایک لمحہ کو غنیمت جانا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے اس اہم معمول کو اپنے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ''لَمَّا حَضَرَ رَمَضَانُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قَدْ جَآءَ کُمْ رَمَضَانُ شَھْرٌ مُّبَارَکٌ'' جب رمضان المبارک کا ماہ آتا تو آپ فرمایا کرتے تمہارے پاس ایک مقدس ماہ کی آمد ہوگئی ہے۔ (مسند احمد، ۳/۱۵۸)

استقبالیہ خطبہ کی تفصیل

کتب احادیث میں رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودہ خطبہ کی تفصیل بھی ملتی ہے جس کا ترجمہ ہم تحریر کرتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو شعبان کے آخری دن خطبہ دیا، فرمایا: اے لوگو!

☆ ایک بہت ہی مبارک ماہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض اور رات کے قیام کو نفل قرار دیا ہے۔

☆ جو شخص کسی نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف قرب چاہے اس کو اس قدر ثواب ہوتا ہے گویا اس نے دوسرے ماہ میں فرض ادا کیا۔

☆ جس نے رمضان میں فرض ادا کیا اس کا ثواب اس قدر ہے گویا اس نے رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کئے۔

☆ وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔

☆ وہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کا مہینہ ہے۔

☆ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

☆ جو اس میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں اور اس کی گردن آگ سے آزاد کردی جاتی ہے اور اس کو بھی اسی قدر ثواب ملتا ہے اس سے روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہیں آتی۔

اس پر صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! ہم میں سے ہر ایک میں یہ طاقت کہاں کہ روزہ دار کو سیر کرکے کھلائے۔ اس پر آپ نے فرمایا یہ ثواب تو اللہ اسے بھی عطا فرمائے گا جو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ پلادے۔

☆ جس نے کسی روزہ دار کو افطاری کے وقت پانی پلایا اللہ تعالیٰ (روزِ قیامت) میرے حوضِ کوثر سے اسے وہ پانی پلائے گا جس کے بعد دخولِ جنت تک پیاس نہیں لگے گی۔

☆ یہ ایسا مہینہ ہے جس کا اول رحمت ہے، اس کے درمیان میں بخشش ہے اور اس کے آخر میں آگ سے آزادی ہے۔

☆ جو شخص اس میں اپنے غلام کا بوجھ ہلکا کرے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور آگ سے آزاد کردیتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: ص ۱۷۴،۱۷۳)

رمضان کا استقبال کس طرح کریں؟

مسنون ہے کہ ۲۹ رشعبان المعظم کو بعد نمازِ مغرب چاند دیکھا جائے، چاند نظر آجائے تو دوسرے دن سے روزہ رکھا جائے اور اگر نظر نہ آئے تو دوسرے دن پھر چاند دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجّ“ اے محبوب! لوگ آپ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ وہ لوگوں اور حج کے لئے وقت کی علامت ہے لہٰذا چاند ہی کے ذریعہ ہمیں رمضان کی شروعات اور اختتام کا علم ہوسکتا ہے تو ہمیں چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھنا چاہئے۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ”لَاتَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوُا الْھِلَالَ وَ لَا تُفْطِرُوْا حَتّٰی تَرَوْہُ فَاِنْ اُغْمِیَ عَلَیْکُمْ فَاقْدِرُوْا لَہٗ“ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، اگر چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرو۔

(بخاری شریف: ۲۵۶)

چاند نظر آجائے تو یہ دعا پڑھے ”اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَ الْاِیْمَانِ وَ السَّلَامَۃِ وَ الْاِسْلَامِ وَ التَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰہُ“ اللہ اکبر، اے اللہ! ہم پر یہ چاند امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ گزار اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جو تجھ کو پسند ہو اور جس پر تو راضی ہو، میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔

روزہ کب فرض ہوا؟

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! روزہ اعلان نبوت کے پندرھویں سال یعنی دس شوال ۲ھ میں فرض ہوا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے ”یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ“ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے کہ اگلوں پر فرض ہوئے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بطور

خاص ذکر فرمایا کہ یہ عبادت صرف تم ہی پر فرض نہیں کی جارہی ہے بلکہ تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض ہوچکی ہے۔ (سورۂ بقرہ، پ۲، آیت ۱۸۳)

چنانچہ تفسیر کبیر و تفسیر احمدی میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر امت پر روزے فرض رہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام پر ہر قمری مہینے کی تیرہویں، چودہویں، اور پندرہویں تاریخ کے روزے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر عاشورہ کا روزہ فرض رہا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے روزے رکھے۔

سحری اور افطاری

سحر کیا ہے؟

سحر کا معنی ہے''پوشیدگی'' جادو اور پھیپھڑے کو اسی لئے سحر کہتے ہیں کہ وہ چھپے ہوتے ہیں، صبحِ صادق کو بھی سحر کہنے کی یہی وجہ ہے کہ اس وقت کی روشنی رات کی تاریکی میں چھپی ہوتی ہے۔

وقتِ سحر گریہ و زاری

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کلامِ مجید میں ارشاد فرمایا''وَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ'' اور پچھلے پہر معافی مانگنے والے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت سے نمازِ تہجد پڑھنے والے مراد ہیں اور بعض کے نزدیک اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو صبح اٹھ کر استغفار پڑھیں چوں کہ اس وقت دنیوی شور کم ہوتا ہے، دل کو سکون ہوتا ہے، رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اس لئے اس وقت توبہ و استغفار، دعا وغیرہ بہتر ہے۔

سحر کے وقت توبہ و استغفار کرنا اللہ کے برگزیدہ بندوں کی عادتِ کریمہ رہی ہے۔ روزانہ کی مصروفیتوں کی وجہ سے ہمیں سحر کے وقت اٹھنے کا موقعہ نہیں ملتا کہ ہم اس وقت بارگاہِ صمدیت میں استغفار کریں لیکن ماہِ رمضان المبارک میں روزانہ سحری کے لئے ہم بیدار ہوتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ کم از کم دو رکعت نفل ادا کر کے بارگاہِ رب العزت میں سربسجود ہوجائیں اور استغفار کر کے سحر کے وقت مغفرت طلب کرنے والوں میں شامل ہوجائیں۔

توبہ اور دعا کی قبولیت کے اوقات

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سال بھر میں بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں جب اللہ کی رحمت پکارتی ہے کہ ہے کوئی پکارنے والا کہ اس کی پکار سُنی جائے، ہے کوئی مانگنے والا کہ اس کا دامنِ مقصود بھر دیا جائے تو اگر کوئی بندہ ان اوقات میں دعا کرتا ہے تو اس کی دعا بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہوجاتی ہے۔ رات کا پچھلا پہر جسے عموماً تہجد کا وقت کہا جاتا ہے اس وقت بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور یہ وقت قبولیتِ دعا کا خاص وقت ہے۔ جیسا کہ اللہ کے پیارے حبیب صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمانِ دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے'' ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں، ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا میں قبول کروں، ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا جسے میں بخش دوں''، حتیٰ کہ صبح ہوجاتی ہے۔

تہجد بھی پڑھ لیں

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نمازِ تہجد حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہایت ہی پسندیدہ سنت ہے، آپ نے اس پر دوام برتا ہے اور نہایت ہی پابندی کے ساتھ اس کو ادا فرمایا ہے۔ ویسے تو ہمیں بھی اس سنت کی پابندی کرنے کی ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے لیکن ماہِ رمضان المبارک میں اس کی ادائیگی کا ہمارے پاس بہترین موقع ہے اور وہ یہ کہ سحری کرنے کے لئے جب ہم اٹھتے ہیں اس سے چند منٹ پہلے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نمازِ تہجد کی چند رکعات پڑھ کر خراجِ بندگی پیش کردیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی برکت ضرور حاصل ہوگی۔

تہجد کا معنیٰ

لفظِ تہجد ''هَجْدٌ'' یا ''هُجُوْدٌ'' سے بنا ہے، جس کا معنیٰ ہے'' کچھ دیر سونا'' بابِ تَفَعُّل میں آکر اس میں سلبیت کا معنی پیدا ہوگیا، جس کی وجہ سے اس میں ترکِ نیند یعنی جاگنے کا معنی پیدا

ہو گیا ہے۔اس معنی کے لحاظ سے نمازِ تہجد کو تہجد اس لئے کہیں گے کہ وہ نیند سے بیدار ہو کر پڑھی جاتی ہے یعنی اس کا وقت ایک نیند سونے کے بعد ہوتا ہے۔

نمازِ تہجد کا وقت

نمازِ تہجد کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سے سحری کے وقت کے ختم ہونے تک ہے مگر اس کے لئے شرط ہے کہ رات میں کچھ دیر سو کر اٹھنے کے بعد ہی اسے پڑھ سکتے ہیں۔

نمازِ تہجد کی رکعات

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نمازِ تہجد (کی رکعات) کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا دو دو رکعت پڑھو۔ (بخاری: ج۱ص۱۵۳)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا دو دو رکعت کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے فرمایا ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دو۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ کے پیارے حبیب، رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ حدیث میں رکعات کی تعداد کو کسی عدد کے ساتھ مقید نہ فرمایا فقط اتنی وضاحت فرمائی کہ دو دو رکعت پڑھی جائے، کم از کم ہمیں دو رکعت تو پڑھ ہی لینی چاہئے اور اگر اللہ توفیق دے تو چار، چھ، آٹھ یا جتنی رکعات ممکن ہوں پڑھ لیں۔

نمازِ تہجد کا فائدہ

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! تہجد کی نماز اگر ہم نماز فجر سے کچھ دیر پہلے پڑھیں تو اس کا ہمیں ایک بہت ہی اہم فائدہ میسر آئے گا وہ یہ کہ وہ وقت فرشتوں کی ڈیوٹی کے بدلنے کا ہوتا ہے، کیوں کہ کچھ فرشتے صبح فجر سے عصر تک زمین پر رہتے ہیں اور کچھ فرشتے عصر سے فجر تک۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں نمازوں کی محافظت کا ذکر فرمایا وہاں نمازِ عصر کا خصوصی ذکر فرمایا جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے ”حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ

الْوُسْطٰى“ نماز کی محافظت کرو اور خصوصاً بیچ والی (عصر) کی۔تو جب ہم تہجد کی نماز پڑھیں گے تو دن اور رات دونوں کے فرشتے ہمیں مصروفِ عبادت دیکھیں گے اور دونوں کے رجسٹر میں ہماری عبادت لکھی جائے گی۔جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”فَاِنَّ صَلٰوةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ“ آخرِ شب میں جو نماز پڑھی جائے وہ فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے۔

تہجد کی رکعات کو لمبی کرو

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نماز زیادہ فضیلت والی ہے جس میں قیام لمبا ہو۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس میں حکمت یہ ہے کہ ہم قیام جتنا لمبا کریں گے اتنی زیادہ قرآن کریم کی آیتیں تلاوت کریں گے اور قرآنِ کریم کے ہر ایک لفظ پر دس دس نیکیاں ہماری نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔اس طور پر ہم ڈھیر ساری نیکیاں اپنے دامن میں جمع کر سکیں گے جو کہ قیامت کے ہولناک دن میں ہمارے کام آسکیں گی۔

سحری بھی سنتِ رسول ہے

سحری کھانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے سحری روزہ رکھنے کے وقت سے پہلے آخری وقت میں کھائی جائے۔نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی ہے جیسا کہ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً“: سحری کیا کرو کیوں کہ سحری میں برکت ہے۔ (بخاری شریف، ج۱،ص:۲۵۷)

دوسری حدیث میں آقائے نامدار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا کہ ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں کے درمیان فرق سحری کھانے میں ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے

سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔

اسی طرح اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو پہر کو تھوڑی دیر آرام کر کے قیامِ لیل میں سہولت حاصل کرو اور سحری کھا کر دن میں روزے کے لئے قوت حاصل کرو۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سحری ضرور کھایا کرو کہ اس میں دارین کی بھلائی ہے، اتباع سنت بھی ہے اور رزق میں اضافہ کا سبب بھی اور عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اتنا بس ہے کہ فلاں کام میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ رب قدیر ہم سب کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

روزہ کی نیت

کھانے پینے وغیرہ سے رک جانا کبھی کبھی عادۃً، کبھی بھوک کے نہ ہونے کی بناء پر، کبھی مرض کی وجہ سے اور کبھی ریاضت کی بناء پر اور کبھی عبادت کے طور پر ہوتا ہے، اس لئے ضروری ٹھہرا کہ روزہ رکھتے وقت روزہ کی نیت کرلے تا کہ خالص عبادت متعین ہو جائے۔

نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں، اگر کسی نے دل سے پکا ارادہ کرلیا کہ میں روزہ رکھ رہا ہوں تو اتنا کافی ہے لیکن زبان سے ان الفاظ کا دہرالینا بھی بہتر ہے۔

"نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَداً لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ ھٰذَا"

میں نے یہ ارادہ کیا کہ کل روزہ رکھوں اللہ تعالیٰ کے لئے اس رمضان المبارک کا۔

روزہ کے باطنی آداب

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! روزہ کے ظاہری آداب تو یہی ہیں کہ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رک جائیں لیکن روزہ کے کچھ باطنی آداب بھی ہیں جن کا لحاظ اشد ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جسم کے تمام اعضا کو خلافِ

شرع باتوں کے ارتکاب سے بچایا جائے جبھی ہم صحیح معنوں میں روزہ کے فوائد سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں اور فرمانِ باری تعالیٰ "لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" کے مژدۂ جانفزا سے شادکام ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اب جسم کے اعضا کے روزے کی تفصیل ملاحظہ کرو اور عمل کی کوشش کرو۔

جھوٹ سے بچو

جھوٹ ایک ایسا گناہ ہے کہ اسلام ہی نہیں بلکہ دنیا کے سارے باطل مذاہب کی نظر میں بھی اسے گناہ تصور کیا جاتا ہے۔ ویسے تو ہمیں ہر حال میں جھوٹ سے پرہیز اور گریز کرنا چاہئے لیکن خصوصی طور پر ماہِ رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں ہمیں جھوٹ سے بچنا چاہئے کیوں کہ اگر ہم روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولتے ہیں تو گویا ہم نے روزہ کے مقصد کو فراموش کر دیا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَدَعَ طَعَامَہٗ وَ شَرَابَہٗ" جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل ترک نہ کرے تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنے کھانے پینے کو چھوڑ دے۔ (بخاری شریف: ج ۱، ص ۲۵۵)

نا زیبا الفاظ بھی زبان سے ادا نہ ہوں

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بعض مالک اپنے نوکروں کو، افسر اپنے ماتحتوں کو، استاذ اپنے شاگردوں کو، ماں باپ اپنی اولاد کو، اولاد اپنے ماں باپ کو، بے تکلف دوست اپنے دوستوں کو خواہ مخواہ گالیاں دینے اور برا بھلا کہنے کے عادی ہوتے ہیں، حتی کہ آج کے ماحول میں اسے برا تک تصور نہیں کیا جاتا، بعض نوجوانوں کا تکیۂ کلام ہی گالی ہوتا ہے کہ ان کی ہر بات گالی گلوچ اور نا شائستہ الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ مگر یاد رکھو! ماہِ رمضان المبارک ان چیزوں سے بھی ہمیں پاک کرنے کے لئے آتا ہے جس سے کسی مسلمان کو ادنیٰ درجہ کی بھی تکلیف ہو۔ ماہِ رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں ان چیزوں سے پرہیز کرنے کی کوشش کریں انشاءاللہ تعالیٰ اسی کی برکت سے ہمیشہ کے لئے اس قسم کے الفاظ سے بچنے کا جذبہ اور ذوق دل میں پیدا ہوگا۔

غیبت سے پرہیز

رسول اکرم نورمجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں دوعورتوں نے روزہ رکھا اور ایسا ہوا کہ انہیں اس قدر پیاس لگی کہ جان کا خطرہ پیدا ہوگیا، آخر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روزہ توڑنے کی اجازت مانگی، آپ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ انہیں کہو جو کچھ کھایا ہے وہ اس میں قے کردیں، لہٰذا ان کی قے میں خون اور جمے ہوئے خون کے ٹکڑے تھے، لوگوں کو اس پر بے حد تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا: ان دونوں عورتوں نے اس چیز سے سحری کی جسے اللہ نے حلال کیا ہے اور پھر اس چیز سے توڑ ڈالا جسے اللہ نے حرام فرمایا ہے یعنی غیبت میں مشغول ہوگئیں۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! غیبت ایسا سخت ترین گناہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے ''اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے'' سے تعبیر فرمایا ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے ''وَ لاَ یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضاً اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتاً فَکَرِھْتُمُوْہُ'' اور کوئی شخص ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے، وہ تو تمہیں ناپسند ہے۔

لہٰذا ہمیں ہمیشہ اور خصوصاً ماہِ رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں غیبت سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

کسی کا دل نہ دکھاو

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! روزہ رکھ کر ہمیں دل آزاری سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ دل آزاری کئی طریقوں سے ہوتی ہے، کسی کو الٹے سیدھے ناموں سے پکارنا، کسی کا مذاق اڑانا، کسی پر جملے کسنا، کسی کے عیب کے ساتھ اسے منسوب کرنا، کسی کا کوئی سامان ادھر ادھر کرکے ستانا وغیرہ یہ سب دل آزاری کی صورتیں ہیں۔ روزہ رکھ کر ہمیں ان سب چیزوں سے کوسوں دور رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کیوں کہ روزہ کا ایک مقصد ''ایک

دوسرے کی تکالیف کا احساس'' اور ''آپس میں پیار اور محبت پیدا کرنا ہے''۔ کالجوں، اسکولوں اور مدرسوں کے طلبہ اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدوروں میں یہ وباء عام ہے کہ وہ ایک دوسرے کا خوب تمسخر اڑاتے ہیں۔ انہیں جاننا چاہئے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ روزہ کی روحانیت کے خلاف ہے۔

اللہ عزوجل ہم سب کو خلافِ شرع کاموں سے بچائے۔ آمین

کانوں کی حفاظت کرو

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یوں تو کانوں کو ہر حال میں بری باتوں کو سننے سے بچانا لازم ہے مگر روزہ کی حالت میں اس کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ جسم کے ہر عضو کا روزہ ہوتا ہے اور کانوں کا روزہ یہ ہے کہ کان کو بُری اور فضول باتوں کے سننے سے بچایا جائے کیوں کہ بُری باتیں سننے کا دل پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے جس سے انسانی خیالات میں گناہوں کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ غیبت، جھوٹی باتیں، لطیفے، فلمی اسٹوریاں، فلمی گانے اور فحش باتیں نہ سنے کیوں کہ شریعت میں جن باتوں کا کہنا جائز نہیں ان کا سننا بھی جائز نہیں ہے۔ نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قرآنِ مقدس کی تلاوت سنیں، سُنی اجتماعات میں حاضر ہوکر ذکرِ خدا ورسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سُنیں۔ انشاء اللہ دل کی دنیا روشن ہوگی اور روزہ کے روحانی فوائد حاصل ہوں گے۔

نگاہوں کی حفاظت

جیسا کہ مذکور ہوا کہ اصل روزہ جسم کے ہر عضو کو گناہوں سے بچانا ہے، حالتِ روزہ میں ہمیں اپنی نگاہوں کی بھی حفاظت کرنی لازم ہے۔ اپنی آنکھوں کو غیر محرم عورتوں، ٹی وی، ناچ، گانا، فلم، عریاں تصویریں دیکھنے سے بچانا ہوگا کیوں کہ ان چیزوں کو دیکھنے سے دل میں گناہ کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ ہمارے روزہ کی روحانیت کو مردہ کردیتا ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا چیزوں سے

اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں۔ اگر کچھ دیکھنا چاہیں تو قرآنِ مقدس کو دیکھیں، مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کریں، والدین کو محبت بھری نگاہ سے دیکھیں اور پڑھنا چاہیں تو قرآنِ مقدس اور دینی کتابیں پڑھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بے شمار دینی و دنیاوی فوائد حاصل ہوں گے۔

دل کی حفاظت

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! روزہ کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہمارے دل میں ہر طرح کے گناہ سے بچنے کا جذبہ پیدا ہو۔ انسان جو بھی گناہ کرتا ہے پہلے اس کا تصور اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ اسے کر گزرتا ہے۔ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ صحیح ہو تو پورا بدن صحیح رہے گا اور اگر وہ فاسد ہو جائے تو پورا بدن فاسد ہو جائے گا، وہ دل ہے'' لہٰذا ہمیں اپنے دل کو غلط خیالات اور برے وسوسوں سے بچانا چاہئے۔

افطار کا بیان

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جب بندہ دن بھر صبر و ضبط کا مظاہرہ کر کے روزہ کو مکمل کرتا ہے اور مغرب کا وقت آتا ہے تو وہ حلال چیزیں جو اس کے لئے روزہ کی حالت میں حرام کر دی گئی تھیں اب پھر سے حلال ہو جاتی ہیں، اور مولیٰ کا بندوں پر اتنا احسان ہوتا ہے کہ ماہِ رمضان المبارک میں اپنے بندوں کا رزق بڑھا دیتا ہے، اس ماہ میں امیر ہوں یا غریب سارے لوگ افطاری کے لئے اچھے سے اچھا اہتمام کرتے ہیں۔ اب افطار کے تعلق سے چند باتیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ مزید اہتمام کے ساتھ افطار کرنے اور دوسروں کو افطار کرانے کا جذبہ ہمارے دلوں میں پیدا ہو۔

افطار کا معنی

لفظ افطار یا تو ''فِطْرَۃٌ'' سے بنا ہے جس کا معنی ہے عادت، اس معنی کے لحاظ سے اسے افطار اس لئے کہیں گے کہ افطار کے بعد انسان کو اس کی عادت کے مطابق کھانے پینے اور دیگر اعمال کرنے کی اجازت مل جاتی ہے جنہیں وہ حالتِ روزہ میں نہیں کر سکتا تھا۔

یا تو ''فَطْرَۃٌ'' سے بنا ہے جس کا معنی ہے شگاف پڑنا، سوراخ ہونا۔ اس معنی کے لحاظ سے افطار کو اس لئے افطار کہتے ہیں کہ دو روزوں کے درمیان افطار کے ذریعے شگاف ہو جاتا ہے۔

افطار کے وقت دعا کا اہتمام

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! یہ کبھی آپ نے سوچا کہ بندہ پانچوں وقت نماز کے بعد دعا کرتا ہے، جمعۃ المبارک کی نماز اور بڑی راتوں میں دعا کرتا ہے لیکن دعا کی قبولیت کا جو یقین اور اہتمام ماہِ رمضان شریف میں افطار کے وقت ہوتا ہے وہ کسی اور وقت میں نہیں ہوتا۔ آپ دیکھتے ہوں گے کہ ایک روزہ دار تجارت کی منڈی میں اگر بیٹھا ہے تو وہ افطار سے چند منٹ پہلے سب کام چھوڑ کر نہایت ہی خشوع اور خضوع کے ساتھ مصروفِ دعا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح گھروں میں خواتین اور بچے، مسجد میں نمازی اور امام سب کے سب دعا میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ آخر وقتِ افطار دعا کا اتنا اہتمام کیوں کیا جاتا ہے؟

وجہ ظاہر ہے کہ صبح صادق سے لیکر غروبِ آفتاب تک خشیتِ ربانی کے تصور میں ڈوب کر بندے نے اپنے وجود کو تین چیزوں سے روکے رکھا ہے، جو صرف اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر اور اللہ کے خوف کی وجہ سے اس کے احکام کی بجا آوری میں بندہ اخلاص کے ساتھ یہ وقت گزارتا ہے، اسی لئے بندے کو پورا یقین ہوتا ہے کہ میں نے فرماں برداری میں کوئی کمی نہیں کی تو اب افطار کے وقت میں جو بھی دعا اپنے رب سے کروں گا مولیٰ ضرور قبول فرمائے گا۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ روزہ دار کی

افطاری کے وقت، عادل بادشاہ کی اور مظلوم کی دعا۔ (ترمذی وابن ماجہ)

افطار اور نبی کریم کی سنت مبارکہ

سنت یہ ہے کہ افطار میں جلدی کی جائے یعنی جوں ہی افطار کا وقت ہو جائے بلا تاخیر افطار کر لی جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رات آئے اور دن چلا جائے اور سورج پورے طور پر چھپ جائے تو اب روزہ دار اپنا روزہ افطار کرے۔ (بخاری: ج۱،ص۲۶۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے کیوں کہ یہود و نصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے تھے۔'' (ابوداؤد: ص۳۲۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اپنے بندوں میں سب سے زیادہ پسند وہ ہے جو افطار میں جلدی کرنے والا ہو۔ (ترمذی: ج۱،ص۱۵۰)

افطار کی فضیلت

حضرت شمس الدین دارانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں دن کو روزہ رکھوں اور رات کو حلال لقمہ سے افطار کروں مجھے زیادہ محبوب ہے کہ رات دن نوافل پڑھتے گزاروں۔

کس چیز سے افطار کرے

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور یا چھوہارے سے افطار کرے (کہ وہ برکت ہے) اور اگر نہ ملے تو پانی سے کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔ (ترمذی:۱۴۹، ابن ماجہ:۱۲۳)

سائنس کیا کہتی ہے؟

حکیم محمد طارق محمود چغتائی ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' میں لکھتے ہیں: چوں کہ دن بھر روزے کے بعد توانائی کم ہو جاتی ہے اس لئے افطاری ایسی چیز سے ہونی چاہئے جو زود ہضم اور مقوی ہو۔

کھجور کا کیمیائی تجزیہ

Proteins	2.0
Fats	/
Carbohydrates	24.0
Calories	2.0
Sodium	4.7
Potassium	754.0
Calcium	67.9
Magnesium	58.9
Copper	0.21
Iron	1.61
Phosphorus	638.0
Sulpur	51.6
Chlorine	290.0

اس کے علاوہ اور جوہر (Peroxides) بھی پایا جاتا ہے۔ صبح سحری کے بعد شام تک کچھ کھایا پیا نہیں جاتا اور جسم کی کیلوریز (Calories) یا حرارے مسلسل کم ہوتے رہتے ہیں اس کے لئے کھجور ایک ایسی معتدل اور جامع چیز ہے جس سے حرارت اعتدال میں آجاتی ہے اور جسم گوناگوں امراض سے بچ جاتا ہے۔ اگر جسم کی حرارت کو کنٹرول نہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل امراض پیدا ہونے کے خطرات ہوتے ہیں:

☆ لو بلڈ پریشر (Low Blood Pressure) فالج (Paralysis) لقوہ (Facial Paralysis) اور سر کا چکرانا وغیرہ۔

☆ غذائیت کی کمی کی وجہ سے خون کی کمی کے مریضوں کے لئے افطار کے وقت فولاد (Iron) کی اشد ضرورت ہے اور وہ کھجور میں قدرتی طور پر میسر ہے۔

☆ بعض لوگوں کو خشکی ہوتی ہے ایسے لوگ جب روزہ رکھتے ہیں تو ان کی خشکی بڑھ جاتی ہے، اس کے لئے کھجور چوں کہ معتدل ہے اس لئے وہ روزہ دار کے حق میں مفید ہے۔

☆ گرمیوں کے روزے میں روزہ دار کو چوں کہ پیاس لگی ہوتی ہے اور وہ افطار کے وقت اگر فوراً ٹھنڈا پانی پی لے تو معدے میں گیس، تبخیر اور جگر کی ورم (Liver Inflamation) کا سخت خطرہ ہوتا ہے، اگر یہی روزہ دار کھجور کھا کر پانی پی لے تو بے شمار خطرات سے بچ جاتا ہے۔ (حصہ اول ص:۱۸۶)

افطار کے بعد کی دعا

افطار کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے "**اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ**" اے اللہ! میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسہ کیا اور تیرے دئے ہوئے سے افطار کیا تو تو مجھ سے اس کو قبول فرما۔

افطار کرانے کی فضیلت

نسائی و ابن خزیمہ زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ فرمایا جو روزہ دار کا روزہ افطار کرائے یا غازی کا سامان کردے تو اسے بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ (نسائی شریف)

روزہ کے فضائل

احادیث کی روشنی میں

مشک سے زیادہ خوشبودار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "**وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ**"، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ بہتر ہے۔ (بخاری شریف)

میں ہی اس کا بدلہ دوں گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے "**اَلصِّیَامُ لِیْ وَ اَنَا اُجْزِیْ بِہٖ وَ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا**" روزے میرے لئے ہیں اور میں ہی ان کا بدلہ دوں گا اور دوسری نیکیوں کا اجر دس گنا کردوں گا۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نماز، حج و زکوٰۃ یہ عبادتیں بھی بندہ اللہ ہی کے لئے کرتا ہے لیکن ان اعمال کی جزا حصولِ رضائے الٰہی کا ذریعہ تو ہے لیکن مولیٰ کا حصول صرف روزے کی جزا میں ہے، آخر ایسا کیوں؟

اس کی چند وجہیں ہیں:

☆ بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو اس کی ادائیگی صلوٰۃ کو لوگ دیکھتے ہیں، حج کرتا ہے تو اس کے ارکان کی ادائیگی کو لوگ دیکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتا ہے تو اس سے بھی لوگ باخبر ہوتے ہیں لیکن روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اس کا علم روزہ دار اور پروردگار کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہوتا۔ بندہ وقتِ سحر گھر والوں کے ساتھ سحری کر بھی لے لیکن لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر دن کے

اجالے میں اگر کھالے تو کسی کو اس کی کیا خبر؟

لیکن بندہ اپنے مولیٰ کی خوشی کی خاطر اور اس کے خوف سے نہ چھپ کر کھاتا ہے اور نہ اپنی پیاس کو بجھانے کی کوشش کرتا ہے بلکہ دامنِ صبر کو تھام کر اپنے مولیٰ کی رضا کی خاطر خواہشاتِ نفس کو پوری نہیں کرتا تو اللہ عزوجل کو بندے کا یہ عمل اتنا پسند آتا ہے کہ رب جزا اور صلہ میں خود اپنی ذات کو پیش فرما دیتا ہے۔ اس لئے کہ روزہ میں رائی کے دانے کے برابر بھی رِیا کا دخل نہیں ہوتا اور اللہ کی بارگاہ میں وہی عبادت قابلِ قبول ہے جو ریا سے پاک ہو۔

☆ استغنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور بندہ روزہ رکھ کر استغنا کی صفت کو اپناتا ہے تو وہ ایک گوناں صفتِ خداوندی کا مظہر ہو جاتا ہے۔

☆ باطل خداؤں کی عبادت قیام، رکوع، سجود، طواف، نذر و نیاز اور ان کی خاطر لڑائی بھی کی گئی لیکن کسی باطل خدا کے لئے کبھی روزہ نہیں رکھا گیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''روزہ خصوصاً میرے لئے ہے۔

☆ قیامت کے دن دیگر عبادات لوگوں کے حق میں حقداروں کو دے دی جائیں گی لیکن روزہ کسی کو نہیں دیا جائے گا جیسا کہ ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''کُلُّ الْعَمَلِ کَفَّارَۃٌ اِلَّا الصَّوْمَ، اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اُجْزِیْ بِہٖ'' بنی آدم کا ہر عمل اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے سوائے روزہ کے، روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا۔

مقعد صدق میں

غمخوارِ امت نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب فرشتہ روزہ لے کر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ روزے سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کیا میرے بندے نے تیری تکریم و تعظیم کی؟ روزہ عرض کرتا ہے الٰہی! اس نے مجھے اپنے نفس کے نہایت ہی اعلیٰ مقام میں رکھا، مجھے نماز وتراویح سے راحت بہم پہنچائی اور میری خدمت کے لئے تمام دن کمر بستہ رہا، اپنی نگاہ کو حرام سے بچایا، کان کو باطل کی آواز سے باز رکھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم اسے مَقْعَدِ

صدق میں اتار کر اس کی عزت وقدر افزائی کریں گے۔

بے حساب و کتاب جنت میں

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان شریف کے روزے پورے کرے اور اس کی نیت یہ بھی ہو کہ رمضان کے بعد بھی گناہوں سے بچتا رہوں گا وہ بغیر حساب و کتاب اور بغیر سوال و جواب کے جنت میں داخل ہوگا۔

روزہ دار کہاں ہیں؟

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جنت کا ایک دروازہ جسے ''ریّان'' کہا جاتا ہے، اس سے صرف روزے دار داخل ہوں گے، ان کے سوا کوئی اور داخل نہ ہوگا۔ قیامت کے دن ندا دی جائے گی کہ روزے دار کہاں ہیں تو وہ آئیں گے اور جب داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند ہو جائے گا اور پھر اس سے کوئی دوسرا داخل نہ ہو سکے گا۔ (بخاری: ج ۱، ص ۲۵۴)

پورے سال روزے کی تمنا

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے بندے رمضان کی فضیلت جان لیں تو میری امت تمام سال روزہ سے رہنے کی خواہش مند ہوتی۔ (بیہقی)

روزے ڈھال ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ یعنی روزے ڈھال ہیں۔ (مسلم: ص ۳۶۳)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! محدثین کرام نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

☆ روزہ دار کے سامنے جب کسی گناہ کا محرک آتا ہے تو روزہ اس کے لئے ڈھال بن جاتا ہے اور وہ اس گناہ سے رک جاتا ہے۔

☆ جہنم کی آگ کے لئے روزہ ڈھال بن جائے گا اور روزہ دار کی مغفرت کرادے گا۔

☆ روزہ کے سبب سے انسان اپنے نفس کے شر سے محفوظ رہتا ہے اور اپنے نفس اور بدن کو گناہوں سے بچاتا ہے اس لئے فرمایا گیا روزہ ڈھال ہے۔

ستر سال کی مسافت پر

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جوشخص بھی ایک دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس کے چہرے سے ستر سال کی مسافت تک دور رکھے گا۔ (مسلم:ص۳۶۴)

صحت مند ہونے کا نسخہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اُغْزُوْا تَغْنِمُوْا، وَ صُوْمُوْا تَصِحُّوْا، وَ سَافِرُوْا تَسْتَغْنُوْا. جہاد کرو مال غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو صحت مند ہوجاؤ گے اور سفر کرو مالدار ہوجاؤ گے۔ (الترغیب والترہیب:۲/۸۳)

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ”روزہ دار کے لئے دوخوشیاں ہیں (۱) جب وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے (۲) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ (بخاری شریف،ص:۲۵۵)

اللہ کا دشمن

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جس نے تین چیزوں کی حفاظت کی وہ یقیناً اللہ کا دوست ہے اور جو ان تینوں کو ضائع کردیتا ہے یقین جانو کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں روزہ، نماز اور غسل جنابت۔ (روح البیان:۲/۱۰۷)

چار آدمیوں کی مشتاق

اللہ تعالیٰ کی تمام بہشتیں چار آدمیوں کی مشتاق رہتی ہیں وہ چار قسم کے لوگ یہ ہیں۔

☆ رمضان کے روزے رکھنے والے۔

☆ قرآن کی تلاوت کرنے والے۔

☆ زبان کی حفاظت کرنے والے۔

☆ بھوکے ہمسایوں کو کھانا کھلانے والے۔ (روح البیان:۲/۱۰۷)

روزہ دار کا استقبال

جب قیامت میں اللہ تعالیٰ اہلِ قبور کو قبروں سے اٹھنے کا حکم دے گا تو ملائکہ کو فرمائے گا:

اے رضوان میرے روزہ داروں سے آگے چل کر ملو کیوں کہ وہ میری خاطر بھوکے، پیاسے رہے۔ اب تم بہشت کی خواہشات کی تمام اشیاء لے کر ان کے پاس پہونچ جاؤ۔ اس کے بعد وہ رضوان زور سے پکار کر کہے گا، اے جنت کے غلمان و ولدان! نور کے بڑے بڑے تھال لاؤ، اس میں دنیا کی ریت کے قطرات، بارش کی بوندوں، آسمان کے ستاروں اور درختوں کے پتوں کے برابر میوہ جات اور کھانے پینے کی لذیذ اشیاء جمع کر کے روزہ داروں کے سامنے رکھ دی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا جتنی مرضی ہو کھاؤ پیو، یہ ان روزوں کی جزا ہے جو تم نے دنیا میں رکھے۔ (روح البیان:۲/۱۰۸)

ایک عجیب الخلقت فرشتہ

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

میں نے شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ پر ایک فرشتہ دیکھا جسے میں نے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا، اس کے طول وعرض کی مسافت لاکھ سال کے برابر تھی، اس کے ستر ہزار سر تھے اور ہر سر میں ستر ہزار منھ اور ہر منھ میں ستر ہزار زبانیں اور ہر سر پر

ستر ہزار نورانی چوٹیاں تھیں اور ہر چوٹی کے سر پر بال میں لاکھ لاکھ موتی لٹکے ہوئے تھے ہر ایک موتی کے پیٹ کے اندر بہت بڑا دریا ہے اور ہر دریا کے اندر بہت بڑی مچھلیاں ہیں اور ہر مچھلی کا طول دو سال کی مسافت کے برابر اور ہر مچھلی کے پیٹ میں لکھا ہے ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' اور اس فرشتے نے اپنا سر اپنے ایک ہاتھ پر رکھا ہے اور دوسرا ہاتھ اس کی پیٹھ پر ہے اور وہ ''حَظِیْرَۃُ الْقُدُس'' یعنی بہشت میں ہے۔ جب وہ اللہ کی تسبیح پڑھتا ہے تو اس کی پیاری آواز سے عرش الٰہی خوشی میں جھوم اٹھتا ہے۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے عرض کیا کہ یہ وہ فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا تھا۔ پھر میں نے کہا اس کی لمبائی اور چوڑائی کہاں سے کہاں تک ہے جبرئیل نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے بہشت میں ایک چراگاہ بنائی ہے اور یہ اسی میں رہتا ہے اس فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ وہ آپ کے اور آپ کی امت کے ہر اس شخص کے لئے تسبیح پڑھے جو روزہ رکھتے ہیں۔

میں نے اس فرشتے کے آگے دو صندوق دیکھے اور دونوں پر ہزار نورانی تالے تھے۔ میں نے پوچھا جبرئیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اس فرشتے سے پوچھئے میں نے اس عجیب وغریب فرشتے سے پوچھا کہ یہ صندوقیں کیسی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ اس میں آپ کی روزہ رکھنے والی امت کی برأت (چھٹکارہ) کا ذکر ہے۔ آپ کو اور آپ کی امت کے روزہ رکھنے والوں کو مبارک ہو۔ (روح البیان: ۲/۱۰۸)

روزہ اور دیگر عبادات میں فرق

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اگر ہم دیگر عبادات کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز، حج، زکوٰۃ وغیرہ کچھ کرنے کا نام ہے، مثلاً نماز قیام، رکوع، سجود وغیرہ کی ادائیگی کا نام ہے، حج اللہ عزوجل کی رضا کے لئے طوافِ کعبہ، وقوفِ منیٰ وعرفہ، سعی وغیرہ کا نام ہے۔

لیکن روزہ کھانے پینے اور جماع سے بچنے کا نام ہے آخر ایسا کیوں؟

درحقیقت اللہ عزوجل اپنے بندوں کی تربیت فرمانا چاہتا ہے کہ میرے بندو! تمہارے پاس بھلے ہی حلال کھانا ہو اور حلال مشروبات ہوں اور تمہاری منکوحہ تمہاری نظر کے سامنے ہو پھر بھی ماہ رمضان المبارک میں میری خوشی کی خاطر ان چیزوں سے صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک رکے رہو۔ اگر بندہ اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر ان چیزوں سے اپنے آپ کو روکے رکھتا ہے تو اللہ عزوجل اپنی اس اطاعت کے عوض اس کے سونے جاگنے کو بھی عبادت قرار دیتا ہے اور بوقتِ افطار اس کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔

جب ایک بندہ صبحِ صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک حلال کھانے پینے کا عادی ہو جاتا ہے تو وہی بندہ ماہِ رمضان المبارک کے گزر جانے کے بعد حرام کھانے کی طرف اور حرام پینے کی طرف اور غیر محرم عورتوں کی طرف اپنی طبیعت کو مائل نہیں کرتا بلکہ ماہِ رمضان المبارک کی تربیت اسے یاد دلاتی ہے کہ جب تنہائی میں بھوک اور پیاس مٹانے کے لئے ماکولات ومشروبات نگاہوں کے سامنے موجود ہوتے ہوئے بھی اللہ کے دیکھنے کے تصور سے اور اس کے خوف سے اپنے آپ کو روکے رکھا تو اب ماہِ رمضان المبارک کے گزر جانے کے بعد حرام کی طرف میں کیسے بڑھوں کیوں کہ جو خدا ماہِ رمضان المبارک میں ہمارے گھر کی تنہائی کو دیکھ رہا تھا وہی خدا آج بھی دیکھ رہا ہے اور بس بندہ اپنے آپ کو خوفِ خدا کی وجہ سے حرام ماکولات ومشروبات اور غیر محرم کی طرف غلط قدم اٹھانے سے روک لیتا ہے۔

یادرکھیں! اگر ماہِ رمضان المبارک کی اس تربیت کا فائدہ ہم نے نہ اٹھایا اور روزہ کے فلسفے کو ہم نہ سمجھے تو ہم سے بڑا کم عقل کوئی نہیں۔ بظاہر روزہ مذکورہ تین چیزوں سے اپنے آپ کو روکنے کا نام ہے لیکن اس کے علاوہ بھی روزے کی حفاظت کے حوالے سے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات موجود ہیں ہمیں چاہئے کہ ان ارشادات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے روزوں کی حفاظت کریں اور خوب سے خوب روزے کی برکتیں حاصل کریں۔

روزہ کے فوائد

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے، اس کے ہر کام اور ہر حکم میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور شامل ہوتی ہے، یہ اور بات ہے کہ انسان کا ذہن اس کو نہ سمجھ سکے مگر اس کا کوئی بھی حکم حکمت سے خالی نہیں ہے۔ اس نے ہمیں روزے رکھنے کا حکم فرمایا۔ بظاہر اس میں کوئی فائدہ نظر نہیں آرہا ہے، لیکن اس میں ضرور فائدے ہیں۔ جیسا کہ مفسرینِ کرام نے بیان فرمایا ہے۔

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ نے روزہ کا ایک فائدہ تقویٰ بیان فرمایا ہے "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے اگلوں پر فرض کئے گئے تھے، اس امید پر کہ تمہیں پرہیز گاری ملے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا" تقویٰ یہاں ہے۔

تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حصول کے بعد انسان گناہ کرنے سے ڈرتا ہے اور خوفِ الٰہی کی وجہ سے گناہ سے جھجک محسوس کرتا ہے۔

انسان کے دل میں گناہوں کی اکثر خواہشات حیوانی قوت کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہیں، روزہ رکھنے سے حیوانی قوت کم ہوجاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جو نوجوان مالی مجبوریوں کی وجہ سے نکاح نہیں کرسکتے اور ساتھ ہی نفسانی خواہشات پر قابو بھی نہیں رکھتے ان کا علاج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ شہوت کو توڑنے اور کم کرنے کے لئے روزہ بہترین چیز ہے۔

(۲) جس طرح ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح کھانے پینے کی قدر بھی روزہ رکھنے سے ہوتی ہے، شکم سیر ہوکر کھانا کھانے والے امیروں کو روزہ رکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب چند گھنٹوں کی اختیاری بھوک کی یہ کیفیت ہے تو جو غریب ہیں ان کی ہفتوں کی اضطراری

بھوک کا کیا عالم ہوگا۔

لہٰذا روزہ اس لئے فرض کیا گیا کہ صاحبِ استطاعت مسلمانوں کو غیر مستطیع انسانوں کی بھوک اور پیاس کا اندازہ ہوسکے اور وہ ان کی امداد واعانت پر آمادہ ہوسکیں۔

(۳) غریب اور فاقہ کش لوگ سارا سال بھوک اور پیاس میں گزارتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی مشابہت قائم کرنے کے لئے ایک ماہ سارے مسلمانوں پر بھوک اور پیاس کی کیفیت طاری کردی۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، ان نعمتوں میں سے کھانا، پانی اور بیوی یہ ایسی نعمتیں ہیں جو انسانوں کی روزانہ کی ضرورتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں نعمتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی آزمائش کرنا چاہتا ہے کہ کتنے لوگ اللہ کی اطاعت میں چند ساعت ان نعمتوں کے استعمال سے ہاتھ روک کر اللہ کی بندگی اور اللہ کی محبت میں ساری چیزیں قربان کرنے کا جذبۂ صادق رکھتے ہیں۔

روزہ سائنس کی نظر میں

حکیم محمد طارق محمود چغتائی اپنی تصنیف ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' میں رقم طراز ہیں:

پروفیسر مور پالڈ آکسفورڈ یونیورسٹی کی پہچان ہیں، انہوں نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں نے اسلامی علوم کا مطالعہ کیا اور روزے کے باب پر پہونچا تو چونک پڑا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے کتنا عظیم فارمولہ دیا ہے، اگر اسلام اپنے ماننے والوں کو اور کچھ نہ دیتا صرف یہی روزے کا فارمولہ ہی دیتا تو پھر بھی اس سے بڑھ کر ان کے پاس اور کوئی نعمت نہ ہوتی۔ میں نے سوچا کہ اس کو آزمانا چاہئے۔ پھر میں نے روزے مسلمانوں کے طرز پر رکھنا شروع کردیئے۔ میں عرصۂ دراز سے معدے کے ورم "Stomach Inflammation" میں مبتلا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد ہی میں نے محسوس کیا کہ اس میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ میں نے روزوں کی مشق جاری رکھی۔

پھر میں نے جسم میں کچھ اور تبدیلی بھی محسوس کی۔ اور کچھ ہی عرصہ بعد میں نے اپنے جسم کو نارمل پایا۔ حتیٰ کہ میں نے ایک ماہ کے بعد اپنے اندر انقلابی تبدیلی محسوس کی۔

پوپ ایف گال کا تجربہ

یہ ہالینڈ کا بڑا پادری گزرا ہے۔ اس نے روزے کے بارے میں اپنے تجربات بیان کئے ہیں، ملاحظہ ہو۔

میں اپنے روحانی پیروکاروں کو ہر ماہ تین روزے رکھنے کی تلقین کرتا ہوں۔ میں نے اس طریقۂ کار کے ذریعہ جسمانی اور روزنی ہم آہنگی محسوس کی۔ میرے مریض مجھ پر مسلسل زور دیتے ہیں کہ میں انہیں کچھ اور طریقہ بتاؤں لیکن میں نے یہ اصول وضع کرلیا کہ ان میں وہ مریض جو لا علاج ہیں ان کو تین یوم نہیں بلکہ ایک ماہ تک روزے رکھوائے جائیں۔ (ایضا)

روزہ اور مسواک کا استعمال

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! رمضان المبارک کے با برکت مہینہ میں ہمیں اپنے لئے مسواک کو لازم کرنے کی کوشش کرنی ہے، حدیثِ پاک اور سائنس نیز واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ مسواک میں بے شمار فوائد ہیں اور سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری سنت ہے۔ رمضان المبارک میں ہمیں پابندی سے اس کا استعمال کرکے آئندہ بھی اس کے استعمال کے لئے عزمِ مصمم کرنا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ مسواک کے فضائل وفوائد پر روشنی ڈال دوں تاکہ مسواک کی محبت اور اس کے استعمال کا جذبہ قارئین کے دلوں میں بیٹھ جائے۔

مسواک کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بے انتہا تاکید فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام یہ خیال کرتے تھے کہ عنقریب اس کے متعلق آیت نازل ہوگی۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کونین صاحبِ قاب قوسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لَوْ لاَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ“ اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ جانتا تو مسواک کو ان کے لئے فرض قرار دیتا۔ (ابن ماجہ:ص ۲۵)

ایک روایت میں اس طرح ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رات کو نمازِ تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنے دہنِ مبارک کو مسواک سے صاف فرماتے۔ (بخاری:۱/۳۸)

اور حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کَانَ لاَ یَنَامُ اِلَّا وَالسِّوَاکُ عِنْدَہٗ فَاِذَا اسْتَیْقَظَ بَدَأَ بِالسِّوَاکِ. نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سوتے تو آپ کے پاس مسواک ہوتی پھر جب آپ بیدار ہوتے تو (آپ کا پہلا کام) مسواک کرنا ہوتا۔ یعنی سوکر اٹھنے کے بعد سب سے پہلے مسواک فرمایا کرتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبیِ کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فَضْلُ الصَّلٰوۃِ بِالسِّوَاکِ عَلَی الصَّلٰوۃِ بِغَیْرِ سِوَاکٍ سَبْعُوْنَ ضِعْفاً جونماز مسواک کرکے پڑھی جائے وہ ستر درجہ افضل ہے اس نماز پر جو بغیر مسواک کے پڑھی جائے۔

مسواک کے فوائد ایک نظر میں

حدیث پاک اور سائنس دانوں کے تجربہ کے مطابق مسواک کے بے شمار فوائد ہیں، علامہ شامی علیہ الرحمہ نے مسواک کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ مسواک کرنے والے کے لئے مسواک کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں۔

☆ بڑھاپے میں تاخیر کرتی ہے۔ ☆ بصارت کو تیز کرتی ہے۔

☆ مسواک کی بہترین خوبیوں میں سے یہ ہے کہ وہ ہر بیماری کے لئے شفا ہے سوائے موت کے۔ ☆ پل صراط پر چلنے میں تیزی بخشتی ہے۔

☆ منہ کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ ☆ رب تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے۔

☆ ملائکہ کوخوش کرتی ہے۔ ☆ منہ کی گندگی کو دور کرتی ہے اور کیڑے لگے ہوئے دانت کوصحیح کرتی ہے۔
☆ دانتوں کو چمکدار کرتی ہے۔
☆ بصارت کوجلا بخشتی ہے۔ ☆ مسوڑھوں کومضبوط کرتی ہے۔
☆ کھانے کوہضم کرتی ہے۔ ☆ بلغم کوکاٹتی ہے۔
☆ نماز کے اجروثواب کو بڑھاتی ہے۔
☆ قرآن کے راستے یعنی منہ کوصاف کرتی ہے۔
☆ فصاحت کو بڑھاتی ہے۔ ☆ معدہ کوقوت دیتی ہے۔
☆ شیطان کوناراض کرتی ہے۔ ☆ نیکیوں میں اضافہ کرتی ہے۔
☆ صفرا (ایک زرد رنگ کا کڑوا مادہ) کوکاٹتی ہے۔
☆ بالوں کی جڑوں کومضبوط کرتی ہے۔ ☆ روح کے نکلنے کوآسان کرتی ہے۔

اسی طرح علامہ حسن بن عمار علیہ الرحمہ مسواک کے فوائد کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

☆ مسواک کرنا فرشتوں کوخوش کرتا ہے۔
☆ فرشتے مسواک کرنے والے کے چہرے کے نور کے سبب اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔
☆ فرشتے مسواک کرنے والے کے ساتھ چلتے ہیں جب وہ نماز کے لئے نکلتا ہے۔
☆ حاملینِ عرش فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں جب وہ مسجد سے نکلتا ہے۔
☆ انبیاء اور رُسل علیہم الصلوۃ والسلام بھی اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔
☆ اعمال نامہ سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا۔
☆ مسواک کرنا اللہ تعالی کی اطاعت وفرماں برداری پر بدن کوقوت دیتا ہے۔
☆ جسم سے مُضر حرارت کا ازالہ کرتا ہے۔
☆ قضائے حاجت پر مدد کرتا ہے۔
☆ مسواک کرنے والے کے لئے قبر کشادہ ہو جاتی ہے۔

☆ لحد میں مونس وغمخوار ہوتی ہے۔
☆ مسواک پر مداومت کرنے والے کے لئے اس دن کا بھی اجر لکھا جاتا ہے جس دن اس نے کسی مجبوری کی وجہ سے مسواک نہیں کی۔
☆ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔
☆ فرشتے مسواک کرنے والے کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ انبیا علیہم السلام کی پیروی کرنے والا اوران کے طریقے پر چلنے والا ہے۔
☆ جہنم کے دروازے اس پر بند کردئے جاتے ہیں۔
☆ مسواک کرنے والا اس دنیا سے پاکیزگی کی حالت میں نکلتا ہے۔
☆ حضرت ملک الموت علیہ السلام مسواک کرنے والے کی روح قبض کرنے کے وقت اسی صورت میں آتے ہیں جس صورت میں انبیا واولیا کے پاس آتے ہیں۔
☆ دنیا سے رخصت ہوتے وقت نبیِ مکرم رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض سے سیراب کیا جاتا ہے اور وہ رحیقِ مختوم (خالص شہد کا مہر شدہ مشروب) ہے۔

کن اوقات میں مسواک کریں؟

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مندرجہ ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا مسنون ومستحب ہے۔

(۱) نماز پڑھنے کے وقت خواہ پہلے سے باوضو ہو۔
(۲) وضو کرنے کے وقت۔
(۳) قرآن مجید کی تلاوت کے وقت۔
(۴) نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔
(۵) جب منہ کی بو مُتغیر ہو خواہ کھانے پینے سے یا کسی بدبودار چیز کے کھانے سے یا زیادہ دیر خاموش رہنے کی وجہ سے یا زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے۔

مسواک کے ذریعہ علاج

حکیم ایس، ایم اقبال لکھتے ہیں:

میرے پاس ایک مریض آیا جس کے دل کی جھلّیوں میں پیپ بھری ہوئی تھی اور دل کا علاج کرتے رہے افاقہ نہ ہوا، آخر دل کا آپریشن کر کے پیپ نکال لی گئی ہے۔ کچھ عرصے کے بعد پھر پیپ بھر گئی۔ تھک ہار کر میرے پاس آئے تو میں نے تشخیص کی تو پتہ چلا کہ اس کے مسوڑھے خراب ہیں اور ان میں پیپ پڑی ہوئی ہے اور وہ پیپ دل کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ اس تشخیص کو ڈاکٹروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔

اب اس کا پہلا علاج دانتوں اور مسوڑھوں کا کیا گیا۔ کھانے کے لئے کچھ اور، اور یہ پیلو کا مسواک استعمال کرنے کے لئے دیا گیا۔ بہت جلد مریض نے افاقہ محسوس کیا۔

ڈاکٹر محمود چغتائی لکھتے ہیں:

عرب ملک سے ایک مریض نے لکھا کہ دانتوں کے ایک دیرینہ مرض میں مبتلا ہوں اور اس کے علاج پر اب تک ۱۰ر ہزار درہم لگا چکا ہوں لیکن افاقہ نہ ہوا۔ خط میں جواب دیا کہ آپ مسواک صرف پیلو کا استعمال کریں۔ اور دو ماہ مستقل دن میں پانچ دفعہ نمازوں میں اور ایک دفعہ تہجد میں کسی قسم کی دوائی استعمال نہ کریں۔ الحمد للہ! مریض حیرت انگیز طریقے سے تندرست ہو گیا، لیکن مسواک تازہ ہو۔

(سنتِ نبوی اور جدید سائنس)

مسواک سائنس کی نظر میں

مسواک دافع تعفن (Anti-septic) ہے۔ جب بھی اس کو منہ میں استعمال کیا جاتا ہے تو یہ اندر کے جراثیم قتل کر دیتا ہے جس سے انسان بے شمار امراض سے بچ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض جراثیم صرف اور صرف مسواک کے اندر انٹی سیپٹ مواد ہی کی وجہ سے مرتے ہیں۔

در اصل مسواک کے اندر فاسفورس (phosphorus) ہوتا ہے۔ تحقیقات کے مطابق جس زمین میں کیلشیم اور فاسفورس کی زیادتی ہوگی وہاں پیلو کا درخت زیادہ پایا جائے گا چوں کہ قبرستان کی مٹی میں کیلشیم اور فاسفورس انسانی ہڈیوں کے گلنے کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں پیلو کا درخت بھی زیادہ ہوتا ہے اور دانتوں کے لئے کیلشیم اور فاسفورس اہم غذا ہیں۔ اور خاص طور پر پیلو کی جڑ میں یہ اجزاء عام طور پر ہوتے ہیں۔ (ایضاً)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مسواک کے فضائل اور فوائد لکھنے کے لئے قلم اٹھایا جائے تو مکمل ایک کتاب تیار ہو جائے۔ لیکن یہاں پر بالاختصار ذکر کر دیا گیا ہے بس اس امید پر کہ اس کتاب کو پڑھنے والے کم از کم رمضان المبارک کی برکت سے ایک عظیم سنت پر عمل کرنے کا جذبہ اپنے دل میں پیدا کریں گے اور اس پر ہمیشگی برتنے کی کوشش کریں گے۔

مسائلِ روزہ

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

مسئلہ : بھول کر کھایا، پیا، جماع کیا روزہ نہ ٹوٹا۔ خواہ روزہ فرض ہو یا نفل۔

مسئلہ : مکھی، دھواں، غبار، حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ وہ غبار آٹے کا ہی کیوں نہ ہو جو چکی پیسنے سے اڑتا ہے۔

مسئلہ : تیل، سرمہ لگایا تو روزہ نہ ٹوٹا اگر چہ تیل یا سرمے کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو۔ بلکہ تھوک میں سرمہ کا رنگ بھی دکھائی دیتا ہو تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ : احتلام ہو جانے، یا ہم بستری کرنے کے بعد غسل نہ کیا اور اسی حالت میں پورا دن گزار دیا تو وہ نمازوں کے چھوڑ دینے کے سبب سخت گنہ گار ہوگا مگر روزہ ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ : انجیکشن خواہ رگ میں لگایا جائے یا گوشت میں اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو جوف دماغ یا جوف معدہ تک مَنفَذ سے پہونچے اور انجیکشن سے گوشت یا رگ میں جو دوا پہونچی وہ غیر منفذ سے ہے لہٰذا یہ مفسد صوم نہیں۔

مسئلہ : خون نکلوانے یا کہیں زخم ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے ہاں روزہ کی حالت میں خون نہیں نکلوانا چاہئے کہ روزہ کی حالت میں ایسا کام مکروہ ہے جس سے کمزوری آئے۔ رگ کے ذریعہ خون چڑھانے سے بھی روزہ نہ ٹوٹے گا۔

مسئلہ : منجن کرنا روزہ کی حالت میں مکروہ ہے بلکہ اس کا کوئی ذرہ حلق سے نیچے چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ : بوسہ لیا مگر انزال نہ ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ : عورت کی طرف بلکہ اس کی شرمگاہ کی طرف نظر کی مگر ہاتھ نہ لگایا اور انزال ہو گیا یا بار بار

جماع کے خیال سے انزال ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ : تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبائی اور تھوک کے ساتھ حلق سے اتر گئی تو روزہ نہ ٹوٹا مگر اس چیز کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ھے

مسئلہ : حقہ، سگار، سگریٹ، پان، تمباکو، پینے کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر چہ پان یا تمباکو کی پیک تھوک دی ہو۔ کیونکہ اس کے باریک اجزا ضرور حلق میں پہونچتے ہیں۔

مسئلہ : دوسرے کا تھوک نگل لیا یا اپنا ہی تھوک ہاتھ پر لے کر نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

مسئلہ : عورت کا بوسہ لیا، چھوا، یا مباشرت کی، یا گلے لگایا، اور انزال ہو گیا تو ان حالتوں میں روزہ ٹوٹ گیا۔

مسئلہ : قصداً منہ بھر قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ ٹوٹ جائیگا اور اگر منھ بھر قے نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ : سوتے میں پانی پی لیا یا کچھ کھا لیا، یا منھ کھولا تھا پانی کا قطرہ حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

جن صورتوں میں صرف قضا لازم ھے

مسئلہ : یہ گمان تھا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی اس لئے کھا لیا یا پیا یا جماع کر لیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی تو قضا لازم ہے۔ یعنی اس روزے کے بدلے بعد رمضان ایک روزہ رکھنا پڑے گا۔

مسئلہ : مسافر نے اقامت کی، حیض ونفاس والی عورت پاک ہو گئی، مریض تھا اچھا ہو گیا، کافر تھا مسلمان ہو گیا، مجنون کو ہوش آ گیا، نابالغ تھا بالغ ہو گیا ان سب صورتوں میں جو کچھ دن کا حصہ باقی رہ گیا ہوا سے روزہ کی مثل گزارنا واجب ہے۔

مسئلہ : حیض ونفاس والی عورت صبح صادق کے بعد پاک ہوگئی اگرچہ ضحوۂ کبریٰ سے پیش تر ہو اور روزہ کی نیت کر لی تو آج کا روزہ نہ ہوا نہ فرض نہ نفل اور مریض یا مسافر نے نیت کر لی یا مجنون تھا ہوش میں آکر نیت کر لی تو ان سب کا روزہ ہو گیا۔

مسئلہ : صبح سے پہلے یا بھول کر جماع میں مشغول تھا، صبح ہوتے ہی یاد آنے پر فوراً جدا ہو گیا تو کچھ نہیں۔ اور اسی حالت پر رہا تو قضا واجب، کفارہ نہیں۔

مسئلہ : میت کے روزے قضا ہو گئے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے فدیہ ادا کرے یعنی جب کہ وصیت کی اور مال چھوڑا ہو ورنہ ولی پر ضروری نہیں کر دے تو بہتر ہے۔

مسئلہ : روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایک رقبہ یعنی باندی یا غلام آزاد کرے اور یہ نہ کر سکے مثلاً اس کے پاس نہ لونڈی، غلام ہے نہ اتنا مال کہ خریدے یا مال تو ہے مگر رقبہ میسر نہیں جیسے آج کل یہاں ہندوستان میں تو پے در پے ساٹھ روزے رکھے۔ یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ مساکین کو بھر بھر پیٹ دونوں وقت کھانا کھلائے اور روزے کی صورت میں اگر درمیان میں ایک دن کا بھی چھوٹ گیا تو اب سے ساٹھ روزے رکھے، پہلے کے روزے محسوب (شمار) نہ ہوں گے اگرچہ انسٹھ رکھ چکا تھا اگرچہ بیماری وغیرہ کسی عذر کے سبب چھوٹا ہو مگر عورت کو حیض آجائے تو حیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے نہیں شمار کئے جائیں گے، یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں مل کر ساٹھ ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ (بہارِ شریعت)

مسئلہ : اگر دو روزے توڑے تو دونوں کے لئے دو کفارے دے۔ اگرچہ پہلے کا ابھی کفارہ ادا نہ کیا ہو یعنی جب کہ دونوں دو رمضان کے ہوں اور اگر دونوں روزے ایک ہی رمضان کے ہوں اور پہلے کا کفارہ ادا نہ کیا ہو تو ایک ہی کفارہ دونوں کے لئے کافی ہے۔ (بہارِ شریعت)

جن صورتوں میں کفارہ بھی لازم ہے

مسئلہ : جس جگہ روزہ توڑنے کا کفارہ لازم آتا ہے اس میں شرط یہ ہے کہ رات ہی کو روزۂ رمضان کی نیت کی ہو اگر دن میں نیت کی اور توڑ دیا تو لازم نہیں۔

مسئلہ : کفارہ لازم ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایسا امر واقع نہ ہوا ہو جو روزہ کے منافی ہو یا بغیر اختیار ایسا امر نہ پایا گیا ہو جس کی وجہ سے روزہ افطار کرنے کی رخصت ہوتی۔ مثلاً عورت کو اسی دن حیض یا نفاس آگیا یا روزہ توڑنے کے بعد اسی دن ایسا بیمار ہو گیا جس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ : سحری کا نوالہ منہ میں تھا کہ صبح طلوع ہوگئی یا بھول کر کھا رہا تھا نوالہ منہ میں تھا کہ یاد آگیا اور نگل لیا دونوں صورت میں کفارہ واجب۔ اگر منہ سے نکال کر پھر کھایا ہو تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں۔

نوٹ: روزہ کے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے بہارِ شریعت کا مطالعہ کریں۔

نزولِ قرآن

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ماہِ رمضان المبارک کے نام وفضائل اور اس کے لئے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیاریوں کے بارے میں آپ نے معلوم کر لیا۔ اسی ماہِ مقدس میں قرآنِ عظیم کا نزول ہوا جو بنی نوعِ انسان کے لئے سراپا ہدایت ہے لہٰذا اب آیئے نزولِ قرآن مقدس کے حوالے سے چند باتیں ملاحظہ کرتے ہیں۔

ماہِ رمضان المبارک جس طرح سے اللہ رب العزت کا بہت بڑا انعام ہے اسی طرح اس ماہ مبارک میں قرآن مقدس کا نزول بھی مومنین کے لئے بہت بڑی دولت ہے، قرآن پاک وہ نسخۂ

کیمیا ہے جو ہمیں زندگی کے ہر موڑ پر اصول وقوانین عطا فرماتا ہے اور کامیاب زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔

لفظِ قرآن کے معانی اور اللہ عزوجل کی اس مقدس کتاب کا نام قرآن کیوں رکھا گیا ہے اسے بھی سمجھ لیں تا کہ عظمتِ قرآن مقدس دل میں بیٹھ جائے اور پھر قرآنِ مقدس کس طرح نازل ہوا؟ کتنی مدت میں نازل ہوا؟ اسے بھی سمجھنے کی کوشش کریں تا کہ محبتِ قرآن مقدس دل کے نہاں خانہ میں گھر کر جائے۔

لفظ قرآن کے معانی اور وجہ تسمیہ

لفظِ قرآن یا تو "قُرْءٌ" سے بنا ہے یا "قِرَاءَ ةٌ" سے۔ "قُرْءٌ" کا معنی جمع ہونا ہے، اس معنی کے لحاظ سے 'قرآن' کو قرآن کہنے کی چند وجہیں ہیں۔

☆ قرآن سارے اولین وآخرین کے علوم کا مجموعہ ہے، دین ودنیا کا کوئی بھی ایسا علم نہیں جو قرآن کریم میں نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ"، ہم نے تم پر ایک کتاب نازل کی جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

☆ قرآن سورتوں اور آیتوں کا مجموعہ ہے۔

☆ قرآن تمام بکھرے ہوؤں کو جمع کرنے والا ہے۔ دیکھو! ہندی، سندھی، عربی، عجمی لوگ، ان کے لباس، طعام، زبان، طریقِ زندگی سب الگ ہیں، کوئی صورت نہ تھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بکھرے ہوئے بندے جمع ہوتے لیکن قرآنِ کریم نے ان سب کو جمع فرمایا اور ان کا نام مسلمان رکھا، خود فرمایا "سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ" اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

اور اگر "قِرَاءَ ةٌ" سے بنا ہے تو اس کا معنی ہے 'پڑھی ہوئی چیز'۔ اس معنی کے اعتبار سے بھی اس کو قرآن کہنے کی چند صورتیں ہیں۔

☆ دیگر انبیائے کرام کو کتابیں یا صحیفے حق تعالیٰ کی طرف سے لکھے ہوئے عطا فرمائے گئے لیکن قرآن کریم پڑھا ہوا اترا، اس طرح کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوتے

اور پڑھ کر سنا جاتے۔

☆ جس قدر قرآن کریم پڑھا گیا اور پڑھا جاتا ہے اس قدر کوئی دینی ودنیوی کتاب دنیا میں نہ پڑھی گئی، کیوں کہ جو آدمی کوئی کتاب بناتا ہے وہ تھوڑے سے لوگوں کے پاس پہونچتی ہے اور وہ بھی ایک آدھ دفعہ پڑھتے ہیں اور پھر کچھ دنوں کے بعد ختم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح پہلی آسمانی کتابیں بھی خاص خاص جماعتوں میں اور کچھ دنوں رہ کر اولاً تو بگڑیں پھر ختم ہو گئیں۔

مگر قرآن کریم کی شان یہ ہے کہ سارے عالم کی طرف آیا اور ساری خدائی میں پہونچا۔ سب نے پڑھا، بار بار پڑھا اور دل نہ بھرا۔ اکیلے میں پڑھا، جماعتوں کے ساتھ پڑھا۔ پُر لطف بات تو یہ ہے کہ اپنوں نے بھی پڑھا اور کفار نے بھی پڑھا۔ (تفسیر نعیمی: ج اول ملخصاً)

نزول کا معنی

نزول کا معنی ہے اوپر سے نیچے اترنا۔ قرآنِ مقدس دو طریقوں سے نازل ہوا، (۱) جبرئیل امین آتے تھے اور آ کر سناتے تھے، یہ نزول بذریعہ قاصد ہوا۔ (۲) قرآن کریم کی بعض آیتیں معراج میں بغیر واسطۂ جبرئیل امین نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کی گئیں۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف بابِ المعراج میں ہے کہ سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج میں عطا کی گئیں۔ لہٰذا قرآن کا نزول دوسری آسمانی کتابوں کے نزول سے شاندار ہے کہ وہ لکھی ہوئی آئیں اور یہ بولا ہوا آیا اور لکھنے اور بولنے میں بڑا فرق ہے کیوں کہ بولنے کی صورت میں بولنے کے طریقے سے اتنے معانی بن جاتے ہیں کہ جو لکھنے سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ایک شخص نے ہم کو لکھ کر دیا "تم دہلی جاؤ گے" تو اس لکھی ہوئی عبارت سے ہم ایک ہی مطلب حاصل کر سکتے ہیں لیکن اس جملے کو اگر وہ بولے تو پانچ چھ طریقوں سے بول کر اس کے پانچ چھ معانی پیدا کر سکتا ہے۔ ایسے لہجوں سے بول سکتا ہے جس سے سوال، حکم، تعجب، تمسخر وغیرہ کے معانی پیدا ہو جائیں۔ (تفسیرِ نعیمی: ج اول)

نزولِ قرآن کتنی بار ہوا

قرآن مقدس کا نزول چند بار ہوا، اولاً لوحِ محفوظ سے پہلے آسمان کی طرف نزول ہوا کہ یکبارگی ماہِ رمضان کی شبِ قدر میں ہوا۔ اسی کے بارے میں قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ" پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تیئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا بقدرِ ضرورت آتا رہا اور بعض آیتیں دو دو بار بھی نازل ہوئی ہیں، جیسے سورۂ فاتحہ وغیرہ۔ (کتب تفاسیر)

خلاصہ یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن کا نزول کئی طریقوں سے ہوا لیکن احکام اس نزول سے جاری فرمائے جاتے تھے جو بذریعۂ جبریل امین تھوڑا تھوڑا آتا تھا۔

قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں کے نزول میں فرق

قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں کے نزول میں تین طرح کا فرق ہے۔

☆ وہ کتابیں لکھی ہوئی آئیں اور قرآن مقدس پڑھا ہوا۔ یعنی وہ سب تحریری اور قرآن تقریری شکل میں آیا۔

☆ وہ سب کتابیں پیغمبروں کو کسی خاص جگہ بلا کر دی گئیں مگر قرآنی آیات عرب کے گلی کوچوں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر شریف میں آئیں تاکہ حجاز کا ہر ذرہ عظمت والا ہو جائے کہ وہ قرآنِ مقدس کا جائے نزول ہے۔

☆ وہ کتابیں یکبارگی اتریں اور قرآن مقدس تیئیس سال میں، تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمیشہ ہمکلامی ہوتی رہے اور مسلمانوں کے لئے عمل کرنا آسان ہو، کیوں کہ یکدم سارے احکام پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ دیکھو بنی اسرائیل یکدم تورات ملنے سے گھبرا گئے اور بولے "سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا"، ہم نے سُنا اور نافرمانی کی۔

تلاوتِ قرآن

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! رمضان المبارک کے ساتھ قرآنِ مجید کا جو گہرا تعلق ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، اس کا نزول اسی ماہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلبِ اقدس پر شروع ہوا، اس تعلق کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے۔ رمضان و قرآن کا تعلق اس ارشادِ نبوی سے بھی واضح ہو جاتا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا اے اللہ میں نے اسے کھانے اور خواہشات سے دن میں روکے رکھا، قرآن کہے گا میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا، میں اس کی شفاعت کرتا ہوں ہماری شفاعت قبول فرما چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔ (مشکوٰۃ: ص۱۷۳)

لہٰذا ہمیں بھی قرآنِ مقدس کی تلاوت کو اپنا معمول بنانا چاہئے تاکہ قرآنِ مقدس کے فضائل و فوائد سے ہم بھی بہرہ ور ہو سکیں۔

ترتیل کے ساتھ پڑھو!

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ارشادِ ربانی ہے "وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا"، اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ ترتیل کا معنی ہے "تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ" حروف کو ان کے مخارج وصفات کی صحیح ادائیگی کے ساتھ پڑھنا اور وقف (ٹھہرنے) کی جگہوں کو پہچاننا۔

قرآن مقدس کو ترتیل کے ساتھ پڑھنا واجب شرعی ہے اور اس کا سیکھنا بھی ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اگر کوئی شخص ترتیل کا لحاظ کئے بغیر قرآنِ مقدس کی تلاوت کرے تو اس کو ثواب کے

بجائے گناہ ہوگا۔ لہٰذا ہمیں اپنے بچوں کی دینی تعلیم کے لئے ایسے اساتذہ اور ایسے مدارس کا انتخاب کرنا چاہئے جہاں ترتیل کے ساتھ قرآنِ مقدس پڑھنا سکھایا جاتا ہو اور اساتذہ کو بھی خاص طور پر اپنے پاس پڑھنے والے طلبا کے مخارج وصفات درست کرانے کی کوشش کرنی چاہئے ورنہ روزِ قیامت جوابدہ ہونا پڑے گا۔

اللہ کے پیارے رسول کا معمول

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں ہر سال رمضان المبارک میں سارا قرآن مجید سناتے اور وصال کے سال دو دفعہ قرآن مجید سنایا۔

جبرئیلِ امین کے ساتھ قرآن مجید کا دور

رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کا یہ عالم تھا کہ حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ و السلام رمضان المبارک میں سدرہ چھوڑ کر حجرۂ نبوی میں آجاتے، ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک جو حصۂ قرآن نازل ہو چکا ہوتا اس کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور کرتے، یعنی جبرئیل امین آپ کو قرآن سناتے اور آپ جبرئیلِ امین کو۔

اللہ و رسول سے محبت کا تقاضا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرے پس وہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ دوست ہوتے ہیں۔ جب پوچھا گیا کہ وہ لوگ کون ہیں؟ تو فرمایا قرآن والے اہل اللہ ہیں اور خاص لوگ ہیں۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ مقدس سے نکلنے والے الفاظ کبھی غلط نہیں ہو سکتے۔ ہم میں سے ہر شخص اللہ سے

محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن جسے زبانِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کا دوست کہہ دے پھر اس کی عظمتوں کا کیا کہنا۔ لہٰذا اگر اللہ سے دوستی کے دعویٰ میں اپنے آپ کو سچا ثابت کرنا ہے تو قرآن مقدس کی تلاوت، اس کے احکام پر سختی سے عمل کرنے کو اپنا معمول بنانا ہوگا۔ اللہ عزوجل ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ کی رَسّی

قرآنِ مجید جسے کائنات کے رشد وہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس کے تعلق سے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی کتاب اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف ممدود (کھینچی ہوئی) ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر کوئی معرفتِ خداوندی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے قرآن مقدس کا سہارا لینا ہوگا، کیوں کہ اس حدیث میں اسے اللہ کی رسی کہا گیا ہے یعنی اس کے ذریعہ رب تک رسائی ممکن ہے۔ اسی مفہوم کی ایک اور حدیث اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے آپ نے فرمایا ''قرآن کا ایک کنارہ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھوں میں ہے پس اس کو مضبوطی سے تھام لو بے شک اس کے بعد نہ تم ہلاک ہوگے اور نہ ہی گمراہ ہوگے''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ قَرَأَ طٰہٰ وَیٰسٓ قَبْلَ اَنْ یَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضَ بِاَلْفِ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ المَلٰئِکَۃُ القُرْاٰنَ قَالَتْ طُوْبیٰ لِاُمَّۃٍ یُنَزَّلُ ھٰذَا عَلَیْھَا وَطُوْبیٰ لِاَجْوَافٍ تَحْمِلُ ھٰذَا وَطُوْبیٰ لِاَلْسِنَۃٍ تَتَکَلَّمُ بِھٰذَا ترجمہ: بلاشبہ اللہ عزوجل نے آسمان وزمین کو پیدا کرنے سے ایک ہزار سال پہلے سورۂ ''طٰہٰ'' و ''یٰسٓ'' پڑھی۔ جب فرشتوں نے قرآن سنا تو انہوں نے کہا اس امت کو بشارت ہو جس پر قرآن نازل ہوگا اور ان سینوں کے لئے خیر وخوبی ہو جو اسے اپنے اندر محفوظ

کریں گے اور ان زبانوں کے لئے خوشخبری ہو جن سے قرآنی الفاظ ادا ہوں گے۔

(احیاء العلوم)

مقرب فرشتوں میں تذکرہ

ایک مقام پر قرآن مقدس کے درس کی محفل میں شریک ہونے کے حوالے سے اور اللہ کے گھر میں تلاوت کرنے کے حوالے سے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان پڑھئے اور اپنی بے قراری کو دور کر کے سکون کی دولت سے مالا مال ہو جایئے۔

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو قوم اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر قرآنِ مجید کی تلاوت کرے اور مُدَارَسَت اور دَوْر کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور ان کا احاطہ کر لیتے ہیں اور اللہ جل شانہ ان کا تذکرہ اپنے مقرب فرشتوں کے پاس کرتا ہے اور جس نے عمل کرنے میں سستی کی اس کا نسب نامہ اس کو فائدہ نہیں دے گا۔ (صحیح الجامع مختصر مسلم)

قرآن کی شفاعت

بزاز کی روایت ہے کہ قرآن کا پڑھنے والا جب انتقال کر جاتا ہے اور اس کے اہل خانہ تجہیز وتکفین میں مصروف ہوتے ہیں اس وقت قرآن حسین وجمیل شکل میں آتا ہے اور اس قرآن پڑھنے والے کے سر کے پاس اس وقت تک کھڑا رہتا ہے جب تک وہ کفن میں لپیٹ نہ دیا جائے پھر جب وہ کفن میں لپیٹ دیا جاتا ہے تو قرآن کفن کے قریب اس کے سینے پر ہوتا ہے پھر جب اس کو قبر کے اندر رکھ دیا جاتا ہے اور مٹی ڈال دی جاتی ہے اور اس سے اس کے خویش واقارب رخصت ہو جاتے ہیں۔ تو اس کے پاس منکر نکیر آتے ہیں اور اس کو قبر میں بٹھاتے ہیں اتنے میں قرآن آتا ہے اور اس میت اور ان فرشتوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے وہ دونوں فرشتے قرآن سے کہتے ہیں ہٹو تا کہ ہم اس سے سوال کریں تو قرآن کہتا ہے کہ رب کعبہ کی قسم یہ نہیں ہو سکتا۔ بلا شبہ یہ میرا ساتھی اور دوست ہے اور اس کی حمایت وحفاظت سے کسی حال میں باز نہیں آ سکتا (اس

کی پوری حمایت کرتا رہوں گا) اگر تمہیں کسی اور چیز کا حکم دیا گیا ہے تو تم اس حکم کی تعمیل کے لئے جاؤ اور میری جگہ چھوڑ دو کیونکہ میں جب تک اسے جنت میں داخل نہ کرلوں گا اس سے رخصت نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد قرآن اپنے ساتھی کی طرف دیکھے گا، اور کہے گا کہ میں قرآن ہوں جسے تم آواز یا بلا آواز پڑھتے تھے۔ (مسند بزاز)

ہر حرف کے عوض رتبہ بلند ہوگا

قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے کی فضیلت میں ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قیامت کے دن قاری قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھ اور سیڑھیاں چڑھتا چلا جا اور جس طرح تو دنیا میں ترتیل کے ساتھ پڑھتا تھا آج بھی پڑھ، تیری منزل وہاں ہے جہاں تو آخری آیت پڑھے گا۔

اس سے بڑھ کر کوئی ثواب نہیں

قرآن مقدس ایسی کتاب ہے کہ اس کا دیکھنا، تلاوت کرنا، اسے یاد کرنا، اس کے معانی میں غور کرنا یہ ساری چیزیں عبادت میں شمار ہوتی ہیں، قرآن مقدس کی تلاوت کرنے پر اللہ عزوجل اتنا ثواب عطا فرماتا ہے جو ہماری عقل سے وراء ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ رَاٰی اَنَّ اَحَدًا اُوْتِیَ اَفْضَلَ مِمَّا اُوْتِیَ فَقَدِ اسْتَصْغَرَ مَا اَعْظَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی'' جس نے قرآن پڑھا پھر اس نے یہ سمجھا کہ اس کو جو ثواب ملا ہے اس سے بڑھ کر کسی کو ثواب مل سکتا ہے تو اس نے یقیناً اس کو معمولی سمجھا جس کو اللہ تعالیٰ نے عظیم کیا ہے۔

تاجِ کرامت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یَجِیْئُ صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ حُلَّهٗ فَیُلْبَسُ تَاجَ الْکَرَامَةِ ثُمَّ

یَقُوْلُ یَارَبِّ زِدْہُ فَیُلْبَسُ حُلَّۃَالْکَرَامَۃِ ثُمَّ یَقُوْلُ یَارَبِّ اِرْضَ عَنْہُ فَیُقَالُ لَہٗ اِقْرَأْ وَارْقِ وَیَزْدَادُ بِکُلِّ اٰیَۃٍ حَسَنَۃً" یعنی قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والا قیامت کے دن آئے گا قرآن کہے گا اے پروردگار اسے آراستہ فرمادے۔ چنانچہ اسے عزت وشرف کا تاج پہنایا جائیگا۔ پھر وہ کہے گا اے پروردگار اسے اورنوازدے اس کے بعد اسے عزت وشرف کا جوڑا پہنایا جائے گا۔ پھر وہ کہے گا اے رب اس سے راضی ہوجا۔ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوجائے گا۔ پھر قرآنِ مقدس کی تلاوت کرنے والے سے کہا جائے گا تم قرآن پڑھتے جاؤ اور بلندی پر چڑھتے جاؤ یہاں تک کہ وہ ہر آیت کے ساتھ ایک درجہ بڑھتا چلا جائے گا۔ (ترمذی: ج۲، ص۱۱۹)

دلوں کا زنگ

جب دل خواہشات میں ڈوب جاتے ہیں اور طرح طرح کے گناہ کرنے لگتے ہیں اور وہ اللہ عزوجل کی یاد سے غافل ہوجاتے ہیں اور اپنا مقصدِ زندگی فراموش کرجاتے ہیں تو ان کی کیفیت یہ ہوجاتی ہے کہ ان پر تہہ بہ تہہ زنگ چڑھ جاتا ہے اور یہ زنگ پورے جسم کے فساد کا سبب بن جاتا ہے۔ جیسا کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اِنَّ ھٰذِہِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ کَمَا یَصْدَأُ الْحَدِیْدُ اِذَا اَصَابَہُ الْمَاءُ" بیشک دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے جب اسے پانی لگ جائے۔ اب اس زنگ کو کیسے صاف کیا جائے، اپنے دل کو کیسے صیقل کیا جائے، وہ کون سی چیز ہے جس کے ذریعہ دل پر لگے ہوئے زنگ کو دور کیا جائے؟ صحابۂ کرام کے دلوں میں بھی اس قسم کے سوالات پیدا ہوئے تھے، انہوں نے معلمِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا "یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَ سَلَّمَ وَمَا جِلاَ وُھَا قَالَ کَثْرَۃُ ذِکْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَۃِ الْقُرْآنِ" ان کی صفائی کس طرح ہوتی ہے؟ فرمایا: موت کا کثرت سے یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا۔ (مشکوٰۃ ۱۸۹)

اسلاف کرام کی تلاوت کا انداز

میرے پیارے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور تابعین سے لے کر آج تک کے اولیائے کرام علیہم الرضوان کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ہمیں سب کے سب تلاوتِ قرآن کے ساتھ دل کو حاضر رکھنے والے ہی ملیں گے، ترغیب کے لئے ان بزرگوں کے چند واقعات نقل کر رہے ہیں تاکہ ہم بھی وقتِ تلاوت اپنے دلوں کو حاضر رکھ سکیں اور ہم پر خشوع وخضوع کی کیفیت طاری رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں ایسی سورتیں پڑھتے جن میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر یا خدا کی عظمت وجلالت کا بیان ہوتا اور ان چیزوں سے آپ اس قدر متأثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی، چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر ایک بار نماز پڑھ رہے تھے، جب اس آیت پر پہنچے "اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَّا لَہٗ مِنْ دَافِعٍ" بلاشک وشبہ تیرے رب کا عذاب واقع ہوکر رہے گا، اس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں تو اس قدر روئے کہ روتے روتے آنکھیں ورم کر آئیں۔

کنز العمال میں ہے کہ ایک نماز میں آپ نے یہ آیت پڑھی "وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْھَا مَکَاناً ضَیِّقاً مُّقَرَّنِیْنَ دَعَوْا ھُنَالِکَ ثُبُوْراً" اور جب اس کی کسی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے زنجیروں میں تو وہاں موت مانگیں گے۔

یہ آیت پڑھ کر آپ پر ایسا خوف وخشوع طاری ہوا اور آپ کی حالت اتنی غیر ہوئی کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ آپ پر اس طرح کی آیتوں کا ایسا اثر ہوا کرتا ہے تو سمجھتے کہ آپ واصل بحق ہوگئے۔

اسی طرح زدہ ابن عوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی واقعہ ہے جو صحابی تھے، ایک مرتبہ امامت کررہے تھے اور قرأت میں ایک آیت پڑھی تو وہ بے ہوش ہوگئے اور بعد میں انتقال کرگئے۔

اسی طرح ابوجہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تابعی تھے، ان کے سامنے صالح المری نے تلاوتِ

قرآن کی تو وہ بے ہوش ہو کر رحلت کر گئے۔

تلاوت قرآن کے فوائد

جہاں قرآنِ مقدس کی تلاوت سے ہمارا نامۂ اعمال نیکیوں سے بھرتا رہتا ہے وہیں اس میں دنیوی فوائد بھی ہیں، اس کلام میں شفا بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ‘‘ اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔

یعنی قرآنِ مقدس کی تلاوت سے شفاء ملتی ہے اور مریض کو راحت ہو جاتی ہے۔ بے شمار واقعات ہمیں کتابوں میں ملیں گے جس میں قرآنِ مقدس کی آیات سے ایسے ایسے مریضوں کو شفا ملی ہے جن کی عافیت اور صحت یابی ایک مشکل امر تھا۔

جیسا کہ حکیم محمد طارق محمود چغتائی اپنی تصنیف ’’سنتِ نبوی اور جدید سائنس‘‘ میں لکھتے ہیں:

دل کو جانے والی خون کی رگوں میں رکاوٹ آنے سے دورہ پڑتا ہے، سانس کی نالیاں بند ہو جائیں تو سانس لینے میں تکلیف ہوتی ہے یہ دونوں بیماریاں چھاتی میں گھٹن سے پیدا ہوتی ہیں۔ قرآن مقدس کی آیت نے اس باب میں اپنی افادیت کا بڑا اہم تذکرہ فرمایا ہے ’’قَدْ جَاءَ کُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ‘‘ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ہدایت کا سرچشمہ آیا ہے جو کہ سینے کے اندر کے مسائل کے لئے شفا ہے۔

اس آیتِ مبارکہ کو صبح و شام تین مرتبہ پڑھ کر مریض اپنے اوپر پھونک لے تو ان مسائل سے نجات ہو جاتی ہے۔

ایک بزرگ کے صاحبزادے کو دل کا دورہ پڑا انہوں نے کسی ڈاکٹر سے رجوع کرنے کے بجائے اپنے بیٹے پر قرآنِ مجید کی یہ آیت پڑھ کر صبح شام دم کیا یہ نوجوان تندرست ہو گیا۔

’’وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ يَضِيْقُ صَدْرُکَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَ کُنْ مِّنَ السَّاجِدِيْنَ وَ اعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰى يَاْتِيَکَ الْيَقِيْنُ‘‘ ان بزرگ کو معلوم

ہونے پر ہم اپنے دل اور دمہ کے مریضوں کو پچھلے دس سالوں سے یہ مبارک آیت صبح و شام تین مرتبہ پڑھنے اور نماز پڑھنے سے ان بیماریوں کا ایک بھی مریض ضائع ہوا۔ یہ اللہ کا فضل اور قرآن مجید کی برکت ہی ہے۔

ایک دو سالہ بچہ شدید دمہ میں مبتلا تھا، اس کو دوائیں دینے کی بجائے قرآنِ مجید کی یہ آیت صبح و شام تین تین بار پڑھ کر پھونکنے کی ہدایت کی اور گرم پانی میں شہد دینے کی ہدایت کی۔ اس بچے کو پچھلے دو ماہ سے دمہ کا ایک بھی دورہ نہیں پڑا۔ الحمد للہ قرآنِ مجید ہر حال میں شفاء ہے۔‘‘

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اس کے علاوہ اور بھی بہت سے واقعات انہوں نے اپنی تصنیف میں تحریر فرمایا ہے یہاں اسی پر اختصار کیا جاتا ہے۔ ان فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں قرآنِ مقدس کی تلاوت کی کوشش کرنی چاہئے اور دن میں کم از کم کچھ آیتیں ضرور پڑھ لینی چاہئے کہ اس میں بے شمار فوائد و فضائل ہیں۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سماعتِ قرآن مجید

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! قوت سماعت بھی اللہ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہے، انسان کے پاس اگر قوتِ سماعت نہ ہو تو بھلی بات بھی نہیں سنتا بلکہ اذان و قرآن جیسی مقدس آوازیں بھی نہیں سن سکتا۔ ایسا شخص جو قوتِ سماع سے محروم ہو وہ اپنے دل میں ہزارہا آرزوئیں لئے رہتا ہے کہ کاش اللہ مجھے سننے کی قوت عطا فرماتا تو میں بھی اچھے کلام سنتا۔ لیکن بہت سے ایسے بھی بندے ہیں جو قوتِ سماعت سے مالا مال تو ہیں لیکن ان کو اذان و قرآن اور نعت کے بجائے گانے اور میوزک Music وغیرہ سے دلچسپی ہے اور وہ اپنی گاڑیوں سے لے کر دوکان و مکان سب میں گانوں، غزلوں اور میوزک Music ہی کو سامانِ تسکین سمجھتے ہیں۔

ماہِ رمضان المبارک ایسے لوگوں کو بھی قرآنِ مقدس کی تلاوت سننے پر آمادہ کر دیتا ہے اور

وہ بھی قرآن مقدس تراویح میں سن کر اپنی روح کو منور کر لیتے ہیں، آیئے سماعت قرآن کی برکتیں اور قرآن سننے والوں کی کیفیت قرآن مقدس کی روشنی میں سمجھیں تا کہ سماعتِ قرآن کا جذبہ بھی پیدا ہو اور کیفیت سرور بھی۔

سامعینِ قرآن کے طبقات

قرآنِ مقدس سننے والوں کے مختلف طبقے ہیں اور ہر طبقہ سماعت کا ایک طریق رکھتا ہے، سب سے پہلے ہم اس طبقے کا ذکر کر رہے ہیں جنہوں نے فقط قرآنِ مقدس کی سماعت کو اختیار کیا اور مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا۔

"اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ" جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جن کو عقل ہے۔

وہ لوگ جنہوں نے سماعت قرآن کو اپنے لئے اختیار فرما کر بطورِ حجت مذکورہ آیتیں پیش کیں اس کے علاوہ بھی آیات و احادیث کا ذخیرہ سماعتِ قرآن سے متعلق ہے۔

سماعتِ قرآن سے متعلق مذکورہ طبقہ نے آیات کے ساتھ ساتھ احادیث سے بھی استشہاد کیا ہے، جیسا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ہے "تلاوتِ قرآن کرو" حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں کیوں کر آپ کے سامنے تلاوت کی جسارت کروں کہ آپ پر قرآن اترا ہے، حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے علاوہ دوسرے سے تلاوتِ قرآن سننا پسند کرتا ہوں۔
(مشکوٰۃ: ص۱۹۰)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مذکورہ حدیث مبارکہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسند کا علم ہوا کہ قرآن مقدس سننا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند ہے، تلاوت قرآن مقدس کے سننے پر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر عجیب سی کیفیت طاری ہوتی جیسا کہ قولِ رسول خیر الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے

"مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی سورتوں نے، جن میں عذابِ الٰہی کا ذکر ہے بوڑھا کر دیا"

قرآنِ مقدس میں سامع کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں، ایک قسم کے بارے میں یوں ارشاد ہوا "وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا" اور ان میں سے بعض تمہارے ارشاد سنتے ہیں، یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر جائیں علم والوں سے کہتے ہیں کہ ابھی انہوں نے کیا فرمایا۔

یہ تو تھے وہ لوگ جو قرآن کو اپنے کانوں سے سنتے ہیں مگر ان کے دل حاضر نہیں ہوتے، وہ لوگ جو قرآن سنتے ہیں اور ان کا دل غیر حاضر رہتا ہے، قرآن ہی نے ان کی مذمت کی ہے اور ان لوگوں سے خطاب فرمایا "وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ" اور ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور وہ نہیں سنتے۔

اور دوسری قسم قرآن سننے والوں کی وہ ہے جن کا ذکر اس آیتِ کریمہ میں آیا، اللہ ارشاد فرماتا ہے "وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ" اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے ہیں۔

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو پہلے نصرانی تھے، جب قرآنِ کریم کی آیتیں نازل ہوئیں اور انہوں نے سنا تو ان کے دل کی دنیا بدل گئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے مذہبِ اسلام کو قبول کر لیا۔ اگر ہم ایمان کے ساتھ قرآن مقدس کے سننے کے عادی ہو جائیں تو انشاء اللہ ہمارے دلوں کی دنیا بھی بدل جائے گی اور ہمارے دل میں ایمان کی وہ روشنی پیدا ہوگی کہ ہم برائیوں سے اجتناب کر کے نیکیوں کی طرف مائل ہو جائیں گے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مندرجہ بالا سطور میں سماعتِ قرآن اور قرآن شریف کے اثرات سے متعلق آپ نے پڑھا، یہ باتیں اس لئے قلمبند کی گئیں تا کہ ماہِ رمضان المبارک میں صرف قرآنِ مقدس یوں ہی نہ سنا جائے بلکہ حضوریِ قلب کے

ساتھ سننے کا جذبہ پیدا ہو اور کوشش کریں کہ جن آیتوں کو تراویح میں قاری نے تلاوت کیا ہے ان کے معانی اور مفہوم کو ترجمہ اور تفسیر میں پڑھ لیں۔ انشاءاللہ عجیب سی لذت پیدا ہوگی اور ایمان میں اضافہ ہوگا۔ حالتِ نماز میں پورے قرآن مقدس کو سننے کا موقع صرف اور صرف ماہِ رمضان المبارک میں ہی آتا ہے لہٰذا اس وقت سعید کو ضائع ہونے سے بچائیں اور ہمہ تن گوش ہو کر قرآنِ مقدس سماعت فرمائیں۔

سماعت قرآن کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قرآن مجید کی ایک آیت سنتا ہے اللہ عزوجل اس کے لئے اضافہ کی ہوئی نیکی لکھ دیتا ہے اور جو اس کی تلاوت کرتا ہے تو یہ آیت قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگی۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! مذکورہ حدیث شریف سماعت قرآن کی فضیلت کو جامع ہے کہ اللہ عزوجل سامعینِ قرآن کو اضافہ کی ہوئی نیکی لکھتا ہے۔ اس نیکی میں کتنا اضافہ کیا جاتا ہے اس کا ذکر نہ فرمانے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ اپنی شانِ کریمی کے اعتبار سے اس نیکی میں اضافہ فرماتا ہے۔ ہمیں تو سماعتِ قرآن کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے سماعتِ قرآن کا اہتمام فرمایا ہے اور قرآن سننا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ماہِ رمضان اور تراویح کا اہتمام

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ کے پیارے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔

اس حدیث کی ایک تشریح یہ بھی کی گئی ہے کہ رمضان اللہ تعالیٰ نے میری امت کو اس لئے عطا فرمایا ہے تاکہ وہ اس میں خوب خوب عبادت کریں اور رضائے الٰہی حاصل کریں، دن میں روزہ رکھیں، رات میں نوافل ادا کریں، قرآنِ مقدس کی تلاوت کریں، اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کریں، غریبوں، یتیموں اور مسکینوں کی مدد کر کے اللہ کی رحمتوں کے حقدار بن جائیں۔

چوں کہ پورے سال مذکورہ بالا اعمال کا کرنا ایک مشکل امر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک ایسا مہینہ عطا فرمایا کہ کم از کم مسلمان اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت پر خصوصی توجہ دیں۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جس طرح دیگر ساری عبادتیں ایک اہم مقام رکھتی ہیں اسی طرح نمازِ تراویح کی بھی بے شمار فضیلتیں احادیث میں منقول ہیں اور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر مداومت کرنا بھی منقول ہے۔ اس کا بغور مطالعہ کریں اور نمازِ تراویح کو ادا کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں۔

تراویح کا معنی

لفظِ تراویح "تَرْوِیْحَۃٌ" کی جمع ہے جس کا معنی ہے "کچھ دیر آرام کرنا" چوں کہ اس نماز میں ہر چار رکعات کے بعد اسی کی مقدار بیٹھتے ہیں اسی وجہ سے اسے تراویح کہتے ہیں۔

نبئ اکرم نورِ مجسم کا معمول

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی تراویح کا ثبوت منقول ہے جیسا کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (مصنف ابنِ ابی شیبہ، ج:۲،ص:۳۹۴)

تراویح پر صحابہ کرام کی مداومت

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں تراویح ادا کی جاتی تھی مگر اس دور میں اس کا ایسا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا جیسا اب کیا جاتا ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں تراویح کے بیس رکعات ہونے پر اجماع ہوا اور آج تک اس پر اہلِ اسلام کا عمل ہے۔ جیسا کہ ایک روایت حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاری سے ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ میں رمضان المبارک میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد میں گیا، وہاں لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمر نے کہا بخدا! میں نے سوچا ہے کہ اگر ان تمام لوگوں کو ایک قاری کی اقتدا میں جمع کر دوں تو بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں ان کو جمع کر دیا پھر ایک رات دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمر نے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے اور لوگ تراویح اولِ وقت میں پڑھتے تھے۔

تراویح کی رکعات

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! تراویح بیس رکعات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہی کے دور سے پڑھی جارہی ہے۔ متعدد احادیث کریمہ میں یہ بات مذکور ہے کہ صحابہ کرام بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اسی سلسلے کی چند احادیث ہم ذکر کررہے ہیں۔

حضرت یزید بن رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِیْ رَمَضَانَ بِثَلٰثٍ وَّ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً" حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگ (بشمولِ وتر) تیئس رکعت پڑھتے تھے۔ (موطا)

اسی طرح ایک اور روایت ابنِ نصر نے سائب سے کی ہے کہ صحابہ کرام رمضان میں بیس رکعت قیام کرتے تھے اور حضرت عمر کے عہد میں (شدتِ قیام سے) لاٹھیوں سے ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اور روایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض اصحاب سے ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھاتے اور تین رکعت وتر۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مذکورہ بالا روایتیں اور ان کے علاوہ بھی روایتیں ہیں جن سے تراویح کی رکعات کے بیس ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

تراویح کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَّ اِحْتِسَاباً غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ" جس شخص نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(بخاری ج:۱،ص۲۶۹)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! علامہ نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قیام رمضان سے مراد تراویح ہے۔ احناف کے نزدیک تراویح کی نماز سُنتِ مؤکدہ ہے۔

مذکورہ حدیث میں اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ تراویح پڑھنا گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے کیوں کہ تراویح نفلی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے "اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ" بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ ہم جانے انجانے میں بے شمار گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گناہوں کی معافی کا ایک بہترین نسخہ ہمیں عطا فرمایا ایسے میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ماہِ رمضان

المبارک میں تراویح کا اہتمام کر کے اپنے گناہوں کو معاف کرائیں۔

مگر ایک بات اور یاد رہے کہ مذکورہ حدیث شریف میں گناہوں کی معافی سے مراد صغیرہ گناہوں کی معافی یا کبیرہ گناہوں میں تخفیف ہے کیوں کہ کبائر کی معافی یا توبہ سے ہوتی ہے یا شفاعت سے یا اللہ کے فضل محض سے۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں ماہِ رمضان المبارک میں خوب سے خوب عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تراویح میں ختم قرآن

مستحب یہ ہے کہ رمضان المبارک میں تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ قرآنِ مقدس کا ختم کیا جائے۔ روایات میں صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کا اس پر معمول بھی منقول ہے اور اس پر تاکید بھی آئی ہے۔ جیسا کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص رمضان میں امامت کرے وہ مقتدیوں پر آسانی کرے اگر وہ آہستہ قرأت کرتا ہو تو رمضان المبارک میں ایک قرآن ختم کرے اور اگر درمیانی قرأت کرتا ہو تو ڈیڑھ قرآن ختم کرے اور اگر تیز قرأت کرتا ہو تو رمضان المبارک میں دو ختم کرے۔

مذکورہ بالا روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کم از کم تراویح میں ایک ختم کرنا چاہئے۔ اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں تین قاری نماز پڑھانے کے لئے مقرر فرماتے، جو سب سے تیز قرأت کرنے والا ہوتا اس کو (ایک رکعت میں) تیس آیات پڑھنے کا حکم دیتے، درمیانی رفتار سے قرأت کرنے والے کو پچیس آیات پڑھنے کا حکم دیتے اور آہستہ قرأت کرنے والے کو بیس آیات پڑھنے کا حکم دیتے۔

لہٰذا ہمیں بھی کم از کم تراویح میں ایک ختم قرآن کر ہی لینا چاہئے اور اللہ تعالیٰ توفیق دے تو دو یا تین ختم کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضور نبئ رحمت ﷺ اور ماہِ رمضان کا آخری عشرہ

رمضان المبارک کے پورے مہینے میں نبیِ کونین صاحب قاب قوسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب خوب عبادت کیا کرتے تھے لیکن رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں دیگر امور سے اپنی توجہ ہٹا کر خصوصی طور پر عبادت میں لگ جاتے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں کے اندر جتنی عبادت کرتے تھے دوسرے ایام کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوتی۔

اسی طرح ایک حدیث حضرتِ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں "کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشَرَ شَدَّ مِیْزَرَہٗ وَ اَحْیٰی لَیْلَہٗ وَ اَیْقَظَ اَھْلَہٗ" جب ماہِ رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی عبادت کے لئے جگاتے تھے۔ (بخاری: ج۱، ص۲۷۱، مشکوٰۃ ۱۸۲)

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! مذکورہ حدیث شریف میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو یہ فرمایا کہ "ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہبند کس لیتے تھے" علمائے کرام اس کی کئی توضیحات اور مطالب بیان فرماتے ہیں۔ تہبند کس لینے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ خوب محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور شب بھر جاگتے تھے اور آرام وغیرہ کا خیال نہ فرماتے تھے اور اس کا دوسرا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج کے قرب سے بھی گریز کرتے کیوں کہ ساری رات عبادت میں گزر جاتی تھی اور اعتکاف بھی ہوتا تھا۔

مذکورہ حدیث پاک میں ایک لفظ "اَیْقَظَ اَھْلَہٗ" بھی آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی عبادت

کرتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی عبادت کے لئے جگاتے تھے۔معلوم یہ ہوا کہ ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہمیں خود بھی عبادت کرنا چاہئے اور اپنے اہل وعیال کو بھی عبادت کے لئے آمادہ کرنا چاہئے۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں صرف ۲۷رویں شب کے انتظار میں ہوتے ہیں اور ۲۷رویں کے بعد تو مسجد میں ایسا لگتا ہے کہ جیسے ماہِ رمضان المبارک رخصت ہو گیا ہو، تراویح ونماز وغیرہ میں لوگوں کی تعداد گھٹ جاتی ہے اور بازاروں میں چلنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ یاد رکھیں! رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مذکورہ سنت پر بھی عمل کی کوشش ہم سب کو کرنی چاہئے تاکہ ماہِ رمضان المبارک کی برکتوں سے صحیح طور پر فیضیاب ہو سکیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ماہِ رمضان المبارک میں اپنے اور اپنی اولاد وغیرہ کے لئے خرید وفروخت نہ کریں بلکہ مقصود یہ ہے کہ صرف اسی میں اپنا وقت ضائع نہ کریں بلکہ عبادت وریاضت کے لئے بھی وقت نکالیں اور آخری عشرہ میں خوب سے خوب عبادت وریاضت کرنے کی کوشش کریں اور اس بات کا بھی خیال رہے کہ صرف تنہا عبادت کر کے اپنی اولاد کو کھیل کود کے لئے نہ چھوڑ دیں بلکہ ان کو عبادت کے لئے آمادہ کریں، جگائیں، قرآن شریف کی تلاوت، توبہ واستغفار، نوافل کی کثرت وغیرہ پر آمادہ کریں۔ انشاء اللہ یہ تربیت ہماری اولاد کے لئے اور ہمارے لئے بھی مفید ہوگی اور ہمارے مرنے کے بعد اولاد اگر اس پر قائم رہی تو انشاء اللہ اس کا فائدہ ہمیں بھی ضرور پہنچے گا۔

ماہِ رمضان اور سخاوت

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! ماہِ رمضان المبارک کے آتے ہی لوگوں کے دلوں میں جذبۂ سخاوت بیدار ہو جاتا ہے۔غریب ہو یا امیر ہر کوئی سخاوت کے جذبے سے سرشار ہو جاتا ہے۔وقتِ افطار غریب سے غریب انسان بھی کچھ نہ کچھ مسجد میں لے کر آتا ہے اور افطار کرانے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔اسی طرح سرمایہ دار بھی ہر طرف نعمت خداوندی کو تقسیم کر کے ثواب کمانے میں مصروف ہوتا ہے اور غریبوں کی جھولیوں کو بھرنے میں لگ جاتا ہے۔اللہ عزوجل ماہِ رمضان المبارک کی برکتیں ہر ایک پر بکھیرتا ہے۔دیکھئے جو نعمتیں غریب سال بھر چکھ نہیں سکتا وہ نعمتیں غریب کے دسترخوان پر بھی نظر آتی ہیں۔آخر یہ برکتیں ماہِ رمضان المبارک میں کیوں کر میسر آتی ہیں؟

وجہ ظاہر ہے کہ جب اللہ عزوجل کے فرمان پر اس کے بندوں میں سے ۸۰رفیصد مسلم بندے عمل پیرا ہوں تو اللہ عزوجل کیوں کر برکتیں نازل نہ فرمائے گا؟ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں اگر امتِ مسلمہ سال بھر احکامِ خداوندی اور فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بجا آوری میں مصروف رہے تو سال بھر برکت ہی برکت نظر آئے گی۔ ان شاء اللہ

بہت سارے اعمال بندے جزا وسزا سے بے خبر ہو کر یوں ہی کر گزرتے ہیں حالانکہ قرآنِ مقدس ان اعمال کی جزا وسزا کا تصور پیش کرتا ہے۔آیئے ہم قرآنِ مقدس کی روشنی میں اللہ کی راہ میں اس کی رضا کی خاطر خرچ کرنے کی فضیلت معلوم کریں تاکہ آج کے بعد جب اللہ کی رضا کی خاطر کوئی چیز خرچ کریں تو مولیٰ کا فرمان پیشِ نظر ہو۔اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ" اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو۔

سخاوت، جود، بخل اور شح میں فرق

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! سخاوت یہ ہے کہ اپنا مال اپنے اوپر بھی خرچ کرے اور دوسروں پر بھی خرچ کرے۔ جود یہ ہے کہ خود فائدہ نہ اٹھائے بلکہ صرف دوسروں کو

اپنے مال سے فائدہ پہنچائے۔بخل یہ ہے کہ اپنے مال سے خود متمتع ہو اور دوسروں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔شُح یہ ہے کہ نہ خود متمتع ہو نہ دوسروں کو متمتع ہونے دے۔

انفاق کی دو قسمیں

اللہ عزوجل کی راہ میں جائز کمائی کو خرچ کرنے کو انفاق کہتے ہیں، انفاق کی دو قسمیں ہیں۔ انفاقِ واجبہ، انفاقِ نافلہ۔ انفاقِ واجبہ: اس میں زکوٰۃ، عُشر، صدقۂ فطر اور دیگر ایسے صدقات شامل ہیں جن کا ادا کرنا صاحبِ نصاب پر فرض یا واجب ہوتا ہے۔ انفاق نافلہ: اس میں صدقاتِ واجبہ کے علاوہ انفاق کی تمام جائز صورتیں شامل ہیں۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! قرآن مقدس میں انفاق پر بے حد زور دیا گیا ہے اور انفاق کے فضائل مختلف انداز سے بیان کئے گئے نیز بے حساب فوائد کا ذکر بھی کیا گیا ہے تاکہ ایک بندۂ مومن انفاق کے ذریعہ مولیٰ کی رحمتوں کا حقدار بن سکے اور غربا کی دعائیں لے کر اپنی تقدیر کو سنوار سکے۔

کتنا خرچ کریں؟

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنی پاکیزہ کمائی میں دوسروں کو بھی شریک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ظاہر سی بات ہے یہ خیال ہر ایک کے دل میں پیدا ہوسکتا ہے کہ کتنا دوسروں پر خرچ کیا جائے، صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے دلوں میں بھی یہ خیال آیا اور انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دریافت کر ہی لیا جس کو قرآن مجید بیان کرتا ہے۔

"وَیَسْـئَـلُـوْنَکَ مَـاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ" اور تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، تم فرماؤ جو فاضل بچے اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر کرو۔

مذکورہ آیتِ کریمہ میں انفاق سے متعلق کسی حد کا تعین نہیں کیا گیا بلکہ اپنی ضرورتوں میں

جو کچھ زیادہ ہوا اسے اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر خرچ کرنا ہے۔

انفاق کا حکم کیوں ہوا؟

اب آپ سوچتے ہوں گے کہ بندہ محنت سے خود کمائے اور اسے دوسروں پر خرچ کرے آخر ایسا کیوں؟

تو اچھی طرح سے یاد رکھیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں میں سے بعض بندوں کو بعض معاملات میں فوقیت عطا فرمائی ہے۔مثال کے طور پر علم کی وجہ سے عالم کو جاہل پر فوقیت دی۔اب صاحبِ علم کے لئے ضروری ہے کہ اپنے علم سے خود ہی استفادہ نہ کرے بلکہ دوسروں کو بھی جہالت کی تاریکی سے نکالنے کی کوشش کرے۔اسی طرح صاحبِ مال کو چاہئے کہ وہ محرومِ معیشت اور ضروریاتِ زندگی سے محروم لوگوں پر اپنی کمائی کو خرچ کرے بلکہ سفید پوش باعزت حضرات اپنی غربت وافلاس کو اپنی غیرت میں چھپا رکھتے ہیں انہیں تلاش کر کے ان پر خرچ کرے تاکہ ان کا وقارِ نفس مجروح نہ ہوتا کہ دل کی گہرائی سے نکلنے والی دعا بابِ اجابت سے ٹکرا کر دوزخ سے دوری کا سبب بن جائے۔

کس پر خرچ کیا جائے

موجودہ دور میں علاقائی عصبیت اور اقرباپروری کا زور وشور ہے ایسے میں اکثر یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ انفاق کہاں سے شروع کیا جائے تو آیئے قرآنِ مقدس کی ایک دوسری آیت میں اس کی تفصیل پڑھتے ہیں "یَسْـئَـلُـوْنَکَ مَـاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْـوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ" تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟ تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے اور جو بھلائی کرو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔ (سورۂ بقرہ پ۲، آیت ۱۵)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مذکورہ آیتِ کریمہ میں اللہ

رب العزت نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انفاق سے متعلق سوال کئے جانے پر جواب دینے کا حکم فرمایا اور اس میں واضح فرما دیا گیا کہ جو بھی خرچ کرو گے نیکی میں شمار ہوگا۔ البتہ والدین اقربا یتیموں، مسکینوں، حاجت مندوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور تم جو کچھ بھی نیکی کرو وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں۔

یاد رکھیں! والدین، اہل وعیال وغیرہ پر افطاری اور سحری پر جو خرچ کیا جائے اس کا حساب تک مولیٰ نہیں لے گا۔ خرچ کے سلسلے میں والدین سب پر مقدم ہیں۔ یاد رکھیں! یہ انفاق نافلہ سے متعلق ہے۔ اقربا میں اگر غریب محتاج اور نادار ہوں تو ان کو تلاش کر کے دیا جائے کہ ان کا حق قرآن نے دوسرے ضرورت مندوں پر مقدم رکھا اسی طرح یتامیٰ ومساکین اور مسافر جس میں خاص طور پر وہ طلبہ جو حصولِ علم دین کی خاطر اپنا وطن عزیز اور والدین کی شفقتوں کو چھوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مہمان ہوتے ہیں ان پر خرچ کیا جائے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ سب کچھ دے کر ہاتھ پر ہاتھ باندھ کر بیٹھا جائے بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سوال کے جواب میں واضح لفظوں میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بہتر صدقہ وہی ہے جو ضرورت کے مطابق بچا کر کیا جائے یا غنائے نفس کے ساتھ کیا جائے۔

اللہ کے دست قدرت میں

کبھی کبھی بندہ یہ تصور کرتا ہے کہ میں جو صدقات دے رہا ہوں وہ ایک غریب کے اور مستحق کے ہاتھوں میں دے رہا ہوں لیکن اگر قرآن کی روشنی میں ہم دیکھیں تو کبھی یہ صدقات دستِ قدرت وصول کرتا نظر آتا ہے اور کبھی دستِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے وصول کرتے ہیں۔ ایک آیتِ کریمہ میں اس کی وضاحت قرآن مجید میں فرمائی گئی ”اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ“ کیا انہیں خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقے خود اپنے دستِ قدرت میں لیتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اور تم فرماؤ کام کرو

اب تمہارے کام دیکھے گا اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان۔ (سورۂ توبہ پ ۱۱، آیت ۱۰۴)

مذکورہ آیتِ کریمہ میں اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو یہ بتایا کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ تم جو صدقات مستحقین کو دیتے ہو درحقیقت وہ مستحق کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ وہ اللہ عزوجل خود اپنے دستِ قدرت سے وصول کرتا ہے اور اس کے بندوں کے ساتھ کیا جانے والا ہمدردانہ سلوک اس کو اتنا محبوب ہے کہ اس انفاق کی بنیاد پر اللہ عزوجل خطاؤں کو معاف فرماتا ہے اور خرچ کرنے والے پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرماتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ خرچ کرنے والوں کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ مژدۂ جانفزا سناتا ہے کہ اے میرے غریب اور نادار بندوں کی خدمت کرنے والے، ان کی ضرورتوں اور پریشانیوں کو محسوس کرنے والے کوئی تیرے اس عملِ خیر کو دیکھتا ہو یا نہ دیکھتا ہو سُن تیرا مولیٰ، تیرے رسول اور مومنین عنقریب ضرور دیکھ لیں گے۔

اندازہ لگایئے کہ ضرورت مندوں کے درد کو محسوس کر کے ان کی پریشان زلفوں کو سنوارنے والا کسی کی نظر میں آئے یا نہ آئے اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک وہ صاحبِ قدر و منزلت ہو جاتا ہے پھر سب سے بڑی پریشانی یعنی آخرت کی پریشانی سے چھٹکارہ پالیتا ہے۔ سچ کہا ہے کسی شاعر نے ؎

جو تیری نگاہ میں آ گیا   وہ بڑی پناہ میں آ گیا

حضور نبی رحمت کی دعا

ایک مقام پر اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مومنوں سے صدقات وصول کرنے کا حکم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ“ اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا

چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ (سورۂ توبہ پ۱۱، آیت ۱۰۳)

مذکورہ آیتِ کریمہ میں صرف وصول کرنے کا حکم ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا بلکہ صدقات وصول کر کے اس کے ذریعہ ان کو پاک کرنے کے لئے بھی فرمایا اور قربان جایئے کہ اس کے آگے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لئے خود اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا کرنے کے لئے فرمایا۔ یقیناً ایک مومن کے لئے اس سے بڑھ کر سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اس کے لئے دعا فرمادیں۔ بلا شبہ دعائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مومنوں کے لئے سامانِ تسکین ہے۔

آج پوری دنیا کا مسلمان سکون چاہتا ہے، یقیناً دولتِ سکون، بے قرار امت کی ضرورتوں کی تکمیل اور حاجت مندوں کی حاجت برآری، مریضوں کی تیمار داری، غریبوں کی دستگیری، اقربا پروری اور معاشی بدحالی کی شکار امت کے غموں کے آنسوؤں کو پونچھ کر ان کے دل کو راحت پہنچا کر ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

غریب کی مدد نہ کرنے کا انجام

ہم نے اپنے کانوں کو غریبوں کے نالوں کو سننے اور مجبوروں کی آہ اور بے سہاروں کی چیخ و پکار سننے سے بند کر لیا اور ساز وطرب کی آوازوں میں ایسے گم ہو گئے گویا یہی ہمارے لئے سامانِ تسکین ہیں۔ حاشا وکلا! ایسا ہو ہی نہیں سکتا بلکہ استطاعت ہونے کے باوجود مجبوروں کی مدد نہ کرنا اور بھوکوں کی بھوک نہ مٹانا اور پریشان حال کے درد کو محسوس نہ کرنا یہ تو گناہ ہے ہی لیکن ایک ایسی آیت کے پڑھنے کے بعد آپ خود اندازہ لگا سکیں گے کہ بھوکوں کی بھوک کو دور کرنے کے لئے اگر جدوجہد نہ کی جائے تو انجام کتنا بھیانک ہوگا۔ اس ارشادِ ربانی کو پڑھو اور لرز جاؤ ”خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعاً فَاسْلُكُوْهُ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ لَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ“ اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو پھر اسے بھڑکتی آگ میں دھنساؤ پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے اسے پرودو، بے شک یہ عظمت والے اللہ پر

ایمان نہ لاتا تھا اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ دیتا تھا۔ (سورۂ حاقہ پ۲۹، آیت ۳۰ تا ۳۳)

مذکورہ آیتِ کریمہ میں بھوکوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دلانے کے سبب اور اللہ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے گلے میں طوق، ستر گز لمبی زنجیر اور آگ میں ڈالنے کا قیامت میں مولیٰ فرشتوں کو حکم دے گا۔ اس لئے یاد رکھیں! خود بھی غریبوں کا خیال رکھیں اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دلاتے رہیں۔

مذکورہ آیاتِ کریمہ کے ذکر اور ان کی وضاحت سے سخاوت کی ترغیب دلانا ہی مقصود ہے جو ماہِ رمضان المبارک میں بڑی آسانی کے ساتھ انجام دے کر ہم اپنے گناہوں کو معاف کرا سکتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعائے تسکین کے حقدار بھی بن سکتے ہیں۔

آیئے اب چند ارشاداتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھتے ہیں اور ماہِ رمضان المبارک میں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جود وسخا کے جلوے تصور کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ ہیں

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مال، اولاد، علم، معرفت سب ہی رزق ہیں۔ اللہ کی رضا کے لئے مال دینا بھی انفاق اور اللہ کی رضا کے لئے اولاد وقف کر دینا بھی انفاق۔ مثلاً بچے کو دینی تعلیم دلانا، حافظِ قرآن بنانا، دعوت الی اللہ کے لئے روانہ کرنا، مخلوقِ خدا کی خدمت پر آمادہ کرنا اور خدمت کرنا۔ المختصر ہر جائز چیز کو اللہ اور اس کے رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کے لئے خرچ کرنا خواہ وہ مال کی شکل میں ہو یا اولاد کی شکل میں یا علم کی شکل میں ہو وہ انفاق فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔ جیسا کہ خود رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ“ یعنی ہر نیک کام صدقہ ہے۔ (بخاری:۲/۸۹۰و مسلم)

بے حساب خرچ کرو

ایک اور مقام پر رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انفاق کی طرف رغبت دلاتے ہوئے اس کی اہمیت کو اجاگر فرمایا، ارشاد فرماتے ہیں ”بے حساب خرچ کرو اللہ تمہیں بے حساب

عطا فرمائے گا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز نہ کرو ورنہ اللہ تم پر روک لگا دے گا، جتنی استطاعت ہو صدقہ کرو۔' (بخاری و مسلم)

ایک اور مقام پر میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابنِ آدم خرچ کرو تم پر فراخی کی جائے گی۔ (بخاری و مسلم)

سخاوت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا اسے پڑھیئے اور اپنے ہاتھ سخاوت کے لئے کھول دیجئے۔

جنت سے قریب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے سخی اللہ سے قریب، جنت سے قریب اور لوگوں سے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے جب کہ بخیل اللہ سے دور، جنت سے دور اور لوگوں سے دور ہے اور سخی جاہل اللہ کو عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔ (مشکوۃ ص ۱۶۴)

آگ سے بچو

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ'' آگ سے بچو، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی خرچ کر کے۔
(بخاری ج:۱ ص ۱۹۰)

یعنی اگر کسی کے پاس راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے زیادہ مال نہ بھی ہو صرف ایک کھجور کا ٹکڑا ہی ہو تو اللہ کی راہ میں دینے کو حقیر نہ سمجھے بلکہ اتنا بھی خرچ کر سکتا ہو تو کرے اللہ رب العزت کھجور کے اس ٹکڑے کے خرچ کرنے کے عوض اس کو آگ سے بچا لے گا۔

حضور رحمت عالم کی جود و سخا کا انداز

فیاضی اور سخاوت آپ کا امتیازی وصف ہے جو کچھ آتا راہِ خدا میں قربان فرما دیتے یہاں تک کہ قرآنِ کریم نے فرمایا ''وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْماً مَّحْسُوْراً'' اور نہ

ہاتھ پورا کھول دیں کہ پھر بیٹھے رہیں ملامت کیئے ہوئے، تھکے ہوئے۔

دریائے سخاوت کی تلاطم خیزی کا یہ حال تھا کہ ''مَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فَقَالَ لَا'' جب کبھی بھی کوئی سوال کیا گیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے 'نہیں' نہیں فرمایا۔ (بخاری شریف ج:۲ ص ۸۹۲)

اسی حدیث پاک کی ترجمانی کرتے ہوئے عارف باللہ عاشقِ رسول سیدنا امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے
منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے بخیل نہیں پاؤ گے۔ (بخاری شریف)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دو کہساروں کے درمیان بھری ہوئی بے شمار بکریاں طلب کی پس آپ نے اسے عطا کر دیا۔ وہ آدمی اپنی قوم میں آیا اور پکار کر کہنے لگا، مسلمان ہو جاؤ ''فَوَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّداً لَيُعْطِيْ عَطَاءً مَّا يَخَافُ الْفَقْرَ'' خدا کی قسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنا عطا کرتے ہیں کہ فقیری کا خوف ہی نہیں رکھتے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ ایک خاتون آپ کے لئے بڑی خوبصورت چادر لے کر آئی آپ نے قبول فرما لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک آدمی کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ مجھے پہنا دیں۔ فرمایا 'اچھا' پھر آپ اٹھ کر تشریف لے گئے تو احباب نے اس آدمی کو ملامت کی کہ تم نے ٹھیک نہیں کیا، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چادر کی ضرورت تھی اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ کبھی زبانِ نبوت پر انکار کا لفظ نہیں آیا۔ وہ صحابی بولے میں چادر کی برکت کا امیدوار ہوں اور چاہتا ہوں کہ اسی میں کفن دیا جاؤں کیوں کہ یہ آپ کے جسم

اطہر سے منسوب ہو چکی ہے۔ (بخاری کتاب الادب: ج۲،ص۸۹۲)

نہ رفت ''لا'' بزبانِ مبارکش ہرگز
مگر با شہد ان لا الہ الا اللہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو فائدہ دینے میں چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ فیاض تھے۔ (متفق علیہ)

یہ سلسلۂ فیض جاری ہے اور جاری رہے گا۔ خالقِ مطلق عزوجل نے ارشاد فرمایا ''و اما السائل فلا تنھر'' اور کسی سوالی کو جھڑکنا نہیں۔ آپ کی ساری عمر اس فرمانِ عالی شان کی مظہر ہو کر رہ گئی جس کو دیا دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر دیا۔ جس کو دنیا دی زمانے کا تاجدار بنا دیا، جس کو دین دیا زمانے کا غوثِ اعظم، مجدد اعظم، ملجأ بے کساں، خواجۂ خواجگاں اور اعلیٰ حضرت بنا دیا۔ دو جہاں میرے آقا کے در پر مزے لوٹ رہے ہیں۔ سچ ہے ؎

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دئے ہیں، در بے بہا دئے ہیں

مجال ہے جو اس دریائے سخاوت کی جولانیوں میں کمی واقع ہو جائے۔ حضور ﷺ تو امیدوں، آرزوؤں اور امنگوں سے بھی فزوں تر نوازتے ہیں۔

آگے رہی عطا وہ بقدر طلب تو کیا
عادت یہاں امید سے بھی بیشتر کی ہے
مومن ہوں مومنوں پہ رؤف و رحیم ہو
سائل ہوں سائلوں کو خوشی 'لانہر' کی ہے (حدائق بخشش)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آپ نے محسوس کر لیا ہوگا کہ سخاوت کا کتنا بڑا فائدہ ہے اور اللہ عزوجل اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک سخاوت کی کیا اہمیت ہے۔ یہ تو عام مہینوں میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

معمول تھا۔ ماہِ رمضان المبارک میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معمول کیا تھا اور سخاوت کا دریا کتنا جوش مارتا تھا ملاحظہ فرمائیں۔

ماہِ رمضان المبارک کے ناموں میں ایک نام ''شَهْرُ الْمُوَاسَات'' بھی ہے۔ یعنی غمخواری کا مہینہ۔ جیسا کہ خطبہ نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گزرا۔ غریبوں کی امداد و اعانت ماہِ رمضان کے کاموں میں ایک نہایت ہی ضروری کام ہے جیسا کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ اور ارشادِ مبارک سے واضح ہے۔ قاسمِ نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے فرمایا گیا کہ جب رمضان کا مہینہ آجاتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر قیدی کو آزاد فرما دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرما دیتے تھے۔ (مشکوٰۃ:۱۷۴)

ایک اور مقام پر رحمتِ عالم ارواحنا فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے فرمایا گیا ''كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَ كَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَ كَانَ جِبْرِيْلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتّٰى يَنْسَلِخَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَاِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ'' حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت رمضان المبارک میں تمام ایام سے زیادہ ہوا کرتی تھی جب حضرت جبریل علیہ السلام ان سے ملاقات کرتے۔ رمضان میں ہر رات کو حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے یہاں تک کہ ماہِ رمضان گزر جاتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو قرآن شریف پڑھاتے تھے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جبریل ملاقات کرتے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے جو تازگی لاتی ہے۔ (بخاری: ۱/۲۵۵)

اپنے صدقات ضائع نہ کرو

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمولات کو ذہن میں رکھتے ہوئے رمضان المبارک میں بھرپور سخاوت کا مظاہرہ کرو

اورخبردار! غریبوں اور ضرورت مندوں پر اپنا مال خرچ کر کے ان پر احسان نہ جتاؤ ورنہ یاد رکھو سب کچھ باطل و اکارت ہو جائے گا، ضائع ہو جائے گا۔ خود اللہ عزوجل نے قرآنِ مقدس میں ایمان والوں کو تاکید فرمائی ہے ”یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَہٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ“ اے ایمان والو! نہ ضائع کرو اپنی خیراتیں احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! غریبوں اور مستحقوں کی مدد کر کے کچھ سرمایہ دار اُن پر احسان کا اتنا بڑا بوجھ رکھ دیتے ہیں کہ وہ بے چارہ اٹھ ہی نہ سکے۔ قرآن صاحبِ ایمان کو آگاہ فرماتا ہے کہ احسان جتانا یہ ان لوگوں کی عادت ہے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تم تو مومن ہو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو پھر بندوں پر احسان جتا کر ان کی دل آزاری کرنا یہ تمہارا کام نہیں ہے اور اگر تم نے احسان جتایا تو تمہارا خیرات وصدقات کرنا ضائع اور باطل ٹھہرے گا اس لئے کہ صدقات کی قبولیت کا دارومدار اس پر ہے کہ جس کو صدقہ دیا جائے اس پر نہ تو احسان جتایا جائے اور نہ ہی کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنَّانٌ وَّ لَا عَاقٌ وَّ لَا مُدْمِنُ خَمْرٍ“ احسان جتانے والا، والدین کا نافرمان اور ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آج تک ہم یہ تو جانتے تھے کہ شراب ایک نجس اور ناپاک چیز ہے جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمُّ الخبائث (برائیوں کی جڑ) فرمایا اور والدین کے حوالے سے بھی ہم جانتے ہیں کہ ان کو اُف کہنا بھی سخت جرم ہے لیکن احسان جتانے کو ہم گناہ نہیں سمجھتے تھے اور اس گناہ کے مرتکب ہوتے چلے جاتے تھے۔ مذکورہ حدیث شریف نے واضح کر دیا کہ جس طرح والدین کا نافرمان اور شرابی کے لئے

جنت کا داخلہ ممنوع ہے اسی طرح احسان جتانے والے کے لئے بھی جنت کا داخلہ ممنوع ہے۔ اللہ اس آفت سے بچائے اور ہم سب کی غلطیوں کو معاف فرمائے۔

ایک اور حدیث شریف پڑھئے اور احسان جتانا کتنا بڑا گناہ ہے اندازہ لگائیے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”ثَلٰثَۃٌ لَّا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَلْمَنَّانُ الَّذِیْ لَا یُعْطِی شَیْئًا اِلَّا مِنَّۃً وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلَفِ الْفَاجِرِ وَالْمُسْبِلُ اِزَارَہٗ“ تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا۔ ایک وہ شخص جو ہر نیکی کا احسان جتلاتا ہے، دوسرا وہ شخص جو جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال فروخت کرتا ہے، تیسرا وہ شخص جو تکبر کی وجہ سے اپنے تہبند یا پاجامہ کو لٹکا کر چلتا ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! احسان جتانے کے بجائے اللہ عزوجل کا شکر ادا کریں کہ پروردگار نے اپنے بندوں کی خدمت کا موقع عطا فرما کر ثواب حاصل کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ یاد رکھیں! کہ ماہِ رمضان المبارک میں خوب سے خوب غرباء یتیموں اور مسکینوں کی خدمت کریں لیکن سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں میں مستحق تلاش کریں اور ان کی خدمت کر کے دوہرے اجر کے حقدار بنیں۔ پھر غربا، یتامیٰ مساکین، دینی ادارے وغیرہ میں مدد کر کے ماہِ رمضان المبارک میں رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کریں۔ اللہ عزوجل ہم سب کو اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل جذبۂ سخاوت مع الاخلاص عطا فرمائے اور ماہِ رمضان کی برکتوں سے مالا مال فرما کر دوزخ سے بچائے۔ آمین۔

یہ تو ظاہری شرط ہے اور باطنی شرط یہ ہے کہ صدقے کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہو کہ صدقہ صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لئے ہو نہ کہ اپنی دولت مندی اور سخاوت کے چرچے کے لئے اور نہ بڑائی کے لئے اور نہ غریبوں کو غلام بنانے کے لئے۔

آخر احسان جتانا اللہ کو اس حد تک ناپسند کیوں ہے کہ صدقے کا ثواب ضائع فرما دیتا ہے تو اس کی وجہ اچھی طرح سمجھو تا کہ اپنی نیت درست کر سکو۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی مدد کرتا ہے تو احسان جتا کر اس غلط خیال کا اظہار کرتا ہے کہ وہی اس کمزور کا سہارا بنا۔ اگر وہ مصیبت کے وقت یا ضرورت کے وقت مدد نہ کرتا تو اس کی پریشانی دور نہ ہوتی جب کہ اس کو ذہن میں یہ بات رکھنی چاہئے کہ اللہ عزوجل کا اس پر بہت بڑا فضل واحسان ہے کہ اس کمزور بندے کی خدمت و مدد کا موقع اسے عطا فرمایا ورنہ وہ جس سے چاہتا مدد کروادیتا۔ اس لئے کہ حقیقی مددگار و کارساز تو اللہ ہی ہے بندہ تو محتاجِ محض ہے۔ اللہ عزوجل کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے لینے والا بنانے کے بجائے دینے والا بنایا۔

امیروں پر غریبوں کا احسان

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیال کیا کہ انہیں (دولت کی وجہ سے) دوسروں پر فضیلت ہے پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے کمزور لوگوں کی وجہ سے مدد کئے جاتے اور روزی دئے جاتے ہو۔

ایک اور مقام پر رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے کمزور لوگوں کے مقام کو کتنا بلند کیا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”اِبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَائِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ“ مجھے اپنے کمزوروں میں تلاش کیا کرو، کیوں کہ تم اپنے ضعیفوں کے سبب روزی دئے جاتے ہو یا فرمایا تم اپنے کمزوروں کی وجہ سے مدد کئے جاتے ہو۔ (ابوداؤد)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ایک بندہ کسی بندے پر احسان کرتا ہے تو اس گمان وامید کے ساتھ کہ سائل مجبور و بے بس ہے اور محتاج وضرورت مند ہے اگر آج میں مدد نہ کروں گا تو اس کے مسائل حل نہ ہوں گے اور اس کے حاشیۂ خیال میں یہ بات بھی ہوتی ہے کہ کل کوئی کام پڑا تو میں بھی اس سے فائدہ اٹھا سکوں گا۔ بالفرض ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کر دی گئی اور اللہ عزوجل نے اس کو ترقی وعروج اور سربلندی عطا فرما دی اور دولت سے مالا مال کر دیا تو اب محسن اس کو اپنا احسان یاد دلاتا ہے کہ تجھے معلوم ہے کہ تو کیا تھا؟

اگر اس وقت میں تیری مدد نہ کرتا تو آج تو اس مقام تک نہ پہنچ سکتا لیکن احسان جتانے والا بھول جاتا ہے کہ احسان جتانے والا اللہ عزوجل اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک کتنا ناپسند ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرامین آپ پڑھ چکے لہٰذا عہد کیجئے کہ آئندہ کبھی کسی پر احسان نہ جتائیں گے۔

صدقات کے اقسام

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! صدقہ کی دو قسمیں ہیں ایک صدقۂ واجبہ کہ اس میں زکوٰۃ، عُشر، صدقۂ فطر، صدقہ نذر وغیرہ شامل ہیں۔ دوسرا صدقۂ نافلہ جو صدقاتِ واجبہ کے علاوہ ہوں۔

زکوٰۃ کا بیان

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سال میں ایک مرتبہ مالکِ نصاب پر اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالنا بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز، روزہ، حج وغیرہ فرض ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے تو کافر ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص ادا نہ کرے تو سخت مجرم ٹھہرے گا اور عتابِ الٰہی کا حقدار ہوگا۔

ماہِ رمضان المبارک میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر ہو جاتا ہے لہٰذا ہمیں ماہِ رمضان المبارک میں اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کر کے اللہ عزوجل کی بندگی اور اس کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا ثبوت دینا چاہئے۔ زکوٰۃ کے حوالے سے چند باتیں درج کر دیتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے جذبہ میں اضافہ ہو۔

زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنیٰ

لغت کے اعتبار سے زکوٰۃ کا لفظ دو معنوں کا حامل ہے، اس کا ایک معنیٰ پاکیزگی، طہارت، اور پاک صاف ہونے یا کرنے کا ہے۔ اور دوسرا معنیٰ نشوونما اور بالیدگی کا ہے۔ جس میں کسی کے بڑھنے، پھلنے، پھولنے اور فروغ پانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ چوں کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں

اضافہ ہوتا ہے اس لئے وہ مال جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔

اور اصطلاحِ شرع میں ’’اللہ کے لئے اپنے مال کا ایک حصہ جو شریعت نے مقرر کیا ہے، مسلمان فقیر کو مالک بنا دینے‘‘ کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔

زکوٰۃ کس پر واجب ہے

زکوٰۃ ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو عاقل، بالغ، آزاد، مالکِ نصاب ہو اور نصاب کا پورے طور پر مالک ہو، نصاب دین اور حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو اور اس نصاب پر پورا سال گزر جائے۔ (کتبِ فقہ)

نصابِ زکوٰۃ

زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے مال و دولت کی ایک خاص حد اور متعین مقدار ہے، جس کو شریعت کی اصطلاح میں ’’نصاب‘‘ کہا جاتا ہے، زکوٰۃ اسی وقت فرض ہے جب مال بقدر نصاب ہو، نصاب سے کم مال و دولت پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے، اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے۔ اور مال تجارت کا نصاب یہ ہے کہ اس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کے برابر ہو یا سونے، چاندی کی نقد قیمت بصورت روپئے ہوں۔

جس کے پاس اتنا مال ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ سونا، چاندی، تجارتی اموال، دھات کے سکے، نوٹ، زیور سب پر چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد (سو روپئے میں ڈھائی روپئے) زکوٰۃ نکالنا فرض ہے۔

زکوٰۃ کیوں فرض ہوئی

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! بارہا لوگوں کے دلوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ زکوٰۃ کیوں فرض ہوئی؟ اس کی فرضیت کا مقصد کیا ہے؟ اس میں مسلمانوں کا کیا فائدہ ہے؟ مسلمانوں کو اپنی محنت کی کمائی دوسروں کو دینے کا کیوں حکم دیا جا رہا ہے؟ تو ان سوالات کے جوابات غور سے پڑھو اور اپنے دل میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو ختم

کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں فراخ دلی سے خرچ کرنے کا جذبہ پیدا کرو۔

زکوٰۃ کا نظام دراصل مومن کے دل سے حُبِّ دنیا اور اس کے جڑ سے پیدا ہونے والے سارے خرافات کو ختم کر کے خالص خدا کی محبت پیدا کرنے کے لئے فرض کی گئی، پورے اسلامی معاشرہ کو بخل، تنگ دلی، خود غرضی، بغض، حسد، سنگ دلی اور استحصال جیسے بے اصل جذبات سے پاک کر کے اس میں محبت، ایثار، احسان، خلوص، خیر خواہی، تعاون، مواسات اور رفاقت کے اعلیٰ اور پاکیزہ جذبات پیدا کرتا ہے۔ زکوٰۃ ہر نبی کی امت پر فرض رہی، اس کی مقدار، نصاب اور فقہی احکام میں ضرور فرق رہا لیکن زکوٰۃ کا حکم بہر حال تقریباً ہر شریعت میں موجود رہا۔

زکوٰۃ سے متعلق چند ضروری مسائل

☆ وہ مال جو تجارت کے لئے رکھا ہوا ہے اسے دیکھا جائے کہ اس کی قیمت، ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو تو اس مال تجارت کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ مال تجارت سے مراد ہر قسم کا سامان ہے خواہ وہ غلّہ وغیرہ کے جنس سے ہو یا مویشی، گھوڑے بکریاں، گائے وغیرہ اگر یہ اشیاء بغرض تجارت رکھی ہوئی ہیں تو پورا سال گزرنے کے بعد ان کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

☆ اگر مال تجارت بقدر نصاب نہیں ہے لیکن سونا چاندی اور نقد روپیہ موجود ہے تو ان سب کو ملایا جائے گا اگر ان کا مجموعہ بقدر نصاب ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں۔

☆ جو مکانات یا دکانیں کرائے پر دے رکھی ہیں تو ان پر زکوٰۃ نہیں لیکن ان کا کرایہ جمع کرنے کے بعد اگر بقدر نصاب ہو جائے تو اس پر سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ فرض ہے۔ ہاں اگر مالک پہلے ہی مالک نصاب ہے تو کرایہ اسی پہلے نصاب میں شامل ہوگا، اور کرایہ کی آمدنی کا علیٰحدہ نصاب شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے جب پہلے نصاب پر سال گذر جائے تو کرائے کی رقم بھی اس نصاب میں ملا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

☆ دوکانوں میں مال تجارت رکھنے کے لئے شوکیس، ترازو، الماریاں وغیرہ نیز استعمال کے

لئے فرنیچر، سردی، گرمی سے بچاؤ کے لئے ہیٹر، ایرکنڈیشنڈ، وغیرہ اور ایسی چیزیں جو خرید و فروخت میں سامان کے ساتھ نہیں دی جاتیں بلکہ خرید و فروخت میں ان سے مدد لی جاتی ہو تو ان پر زکوٰۃ فرض نہیں کیوں کہ یہ تجارت میں حوائج اصلیہ میں شامل ہیں۔

☆ موتی اور جواہرات پر زکوٰۃ واجب نہیں اگرچہ ہزاروں کے ہوں۔ ہاں اگر تجارت کی نیت سے لی ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگئی۔

☆ سال گزرنے سے مراد قمری سال ہے یعنی چاند کے مہینوں سے بارہ مہینے اگر شروع سال اور آخر سال میں نصاب کامل ہے اور درمیان سال میں نصاب ناقص بھی ہوگیا ہو تو بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

☆ زکوٰۃ دیتے وقت یا زکوٰۃ کے کے لئے مال علیٰحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت شرط ہے۔ نیت کے یہ معنی ہیں کہ اگر پوچھا جائے تو بلا تامل بتا سکے کہ زکوٰۃ ہے۔

☆ سال بھر تک خیرات کرتا رہا اب نیت کی جو کچھ دیا ہے زکوٰۃ ہے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، مال کو زکوۃ کی نیت سے علیٰحدہ کردینے سے بری الذمہ نہ ہوگا جب تک کہ فقیر کو نہ دیدے یہاں تک کہ وہ جاتا رہا تو زکوۃ ساقط نہ ہوئی۔

☆ زکوۃ کا روپیہ مردہ کی تجہیز و تکفین یا مسجد کی تعمیر میں نہیں صرف کرسکتے کہ فقیر کو مالک بنانا نہ پایا گیا اگر ان امور میں خرچ کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک کردیں اور وہ صَرف کرے اور ثواب دونوں کو ہوگا بلکہ حدیث پاک میں ہے اگر سو ہاتھوں میں صدقہ گزرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا دینے والے کے لئے اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

☆ زکوٰۃ دینے میں یہ ضروری نہیں کہ فقیر کو زکوۃ کہہ کر دے بلکہ صرف نیت زکوٰۃ کافی ہے یہاں تک کہ ہبہ یا قرض کہہ کر دے اور نیت زکوۃ کی ہو تو بھی ادا ہو جائے گی۔

☆ یوں ہی نذر، ہدیہ یا عیدی یا بچوں کی مٹھائی کھانے کے نام سے دی تب بھی ادا ہوگئی، بعض محتاج ضرورت مند زکوۃ کا روپیہ نہیں لینا چاہتے انہیں زکوۃ کہہ کر دیا جائے گا تو نہیں لیں

گے لہٰذا زکوٰۃ کا لفظ نہ کہے۔

☆ سونے، چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو جس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہونچے تو اس پر بھی زکوۃ واجب ہے۔ یعنی قیمت کے چالیسویں حصہ پر زکوۃ واجب ہے۔

کن چیزوں پر زکوٰۃ نہیں ہے؟

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے اگرچہ وہ کتنی ہی زیادہ ہوں۔ ان کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

رہنے کا مکان، موتی یا قوت اور دوسرے تمام جواہر، کھیتی باڑی کے لئے جو اونٹ، بیل بھینس پالے گئے ہوں، کارخانے کی مشینیں اور آلات، حساب کتاب کرنے کے لئے کمپیوٹر، کیلکولیٹر، کارخانے کی عمارت، کاروبار میں کام آنے والی فرنیچر، اسٹیشنری کے سامان، دکان کی عمارت، شِیر خانہ Dairy form کے جانور، بیش قیمت چیزیں جو کہ یادگار کے طور پر شوقیہ گھر میں رکھ چھوڑے ہو، حوض یا تالاب میں شوقیہ مچھلیاں رکھے ہو، وہ جانور جو ذاتی ضرورت کے لئے پالے گئے ہوں، سواری کی موٹر سائکل، کار، بس، کرایہ پر چلائی جانے والی چیزیں مثلاً سائکل، رکشا، ٹیکسی، بس، ٹرک وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں ہے البتہ ان سے حاصل ہونے والی قیمت اگر نصاب کو ہے تو اس پر زکوٰۃ ہے۔

پہننے کے کپڑے، کوٹ، چادر، کمبل، ٹوپی، جوتے، گھڑی، گھر کا سامان، بستر، قلم وغیرہ پر بھی زکوٰۃ نہیں خواہ یہ کتنی ہی زیادہ قیمت کی کیوں نہ ہوں۔

خلاصہ یہ کہ جن چیزوں کی تجارت کی جائے ان پر زکوٰۃ واجب ہے اور جو چیزیں تجارت کا ذریعہ اور سبب بنیں اور جو چیزیں روزمرہ کے استعمال کی ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں۔

زکوۃ کس کو دی جائے؟

اللہ ربُّ العزت نے مالِ صدقہ کے مستحقین کی تفصیل قرآن عظیم میں یوں بیان فرمایا ہے: چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْعَامِلِیْنَ

عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَ فِي الرِّقَابِ وَالۡغَارِمِيۡنَ وَفِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَ ابۡنَ السَّبِيۡلِ
فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ" زکوٰۃ تو ان ہی لوگوں کے لئے ہے محتاج اور نرے نادار
اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں
چھڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و
حکمت والا ہے۔ (سورۂ توبہ: پ۱۰، آیت ۶۰)

مذکورہ بالا آیت میں زکوٰۃ وصدقات کے مستحق لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو
زکوٰۃ وصدقات کے صحیح حقدار ہیں، قرآنی آیت میں مذکورہ صدقات کے حقداروں کی تفصیل یہ ہے۔

فقیر

وہ ہے جس کے پاس کچھ مال ہو لیکن اتنے روپے پیسے نہیں جو نصاب کے قابل ہو نہ گھر
میں اتنی چیزیں ہیں کہ جن کی قیمت بقدر نصاب ہو یا قیمت بقدر نصاب ہے مگر سب چیزیں حاجتِ
اصلیہ میں داخل ہیں مثلاً ضروری کتابیں، پہننے کے کپڑے، رہنے کا مکان، کام کاج کے ضروری
آلات وغیرہ ہیں، کوئی چیز زائد اس کے پاس نہیں جس کی قیمت نصاب کو پہونچے ایسا شخص فقیر
کہلاتا ہے، زکوٰۃ کا مستحق ہے، اگر ایسا شخص عالم بھی ہو تو اس کی خدمت اور بھی زیادہ افضل ہے۔

مسکین

وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی مال نہ ہو۔ قرآن مقدس میں ارشاد خداوندی ہے: اَوۡ
مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ یا خاک نشین مسکین کو۔

یعنی مٹی جو اس پر پڑی ہے وہی اس کی چادر ہے اور وہی اس کا بستر ہے۔ ایسے شخص کو زکوٰۃ
دے کر ثواب حاصل کرو۔ اُس شخص کو سوال کرنا بھی جائز ہے اور فقیر کو نہیں کیونکہ اس کے پاس کچھ مال
ہے اگر چہ نصاب کے قابل نہیں مگر جس کے پاس اتنا بھی مال ہے کہ ایک دن کے خوراک کے قابل
ہے تو اس کو سوال کرنا حلال نہیں ہے۔ (عالمگیری)

عامل

عامل کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اگر چہ وہ غنی ہو۔ عامل وہ شخص ہے جس کو بادشاہ اسلام نے
عُشر اور زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر کیا ہے چونکہ یہ اپنا وقت اس کام میں لگاتا ہے لہٰذا اس عامل کو
اپنے عمل کی اجرت بھی ملنا ضروری ہے تاکہ اس کے اخراجات کے لئے بدرجہ متوسط کافی ہو مگر
اجرت جمع کردہ رقم سے زائد نہ ہو اگر مال عامل کے ہاتھ سے ضائع ہو جائے تو زکوٰۃ ادا کرنے
والوں کی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ اگر عامل سید ہے تو زکوٰۃ کے مال سے اس کو اجرت نہ دی جائے گی ہاں
اجرت غیرِ سید فقیر کو دے کر اس کو دی جائے تو جائز ہے مگر غنی عامل کو اسی زکوٰۃ سے اجرت دینا جائز
ہے اس لئے کہ ہاشمی کا شرف غنی کے رُتبہ سے زائد ہے۔

مؤلفة القلوب

مؤلفۃ القلوب کا مطلب دلجوئی کرنا ہے، ایک عام اصول ہے کہ جس کسی حاجت مند کی مالی
امداد کی جائے تو وہ دینے والوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دین اسلام کی
طرف مائل کرنے کے لئے مؤلفۃ القلوب کی مدد رکھی ہے تاکہ اسلام میں ہر نئے داخل ہونے والے
کی دلجوئی ہو اور وہ آسانی سے مسلمانوں کے ضابطۂ حیات کے مطابق عمل پیرا ہو سکے۔ لیکن جب
اسلام کو غلبہ ہوا تو زکوٰۃ کے ان آٹھ مصارف میں سے مؤلفۃ القلوب باجماع صحابہ ساقط ہو گیا۔

رقاب مکاتب

وہ غلام جو مال معین ادا کرنے کی شرط پر آزاد کیا گیا ہو اگر چہ وہ غنی کا غلام ہو یا خود اس کے
پاس نصاب سے زائد ہو تو ایسے غلام کو زکوٰۃ دینا جائز ہے مگر یہ غلام کسی سیّد کا نہ ہو کہ اس کو زکوٰۃ
دینا جائز نہیں کیوں کہ ایک لحاظ سے یہ مالک کی ملک میں ہے اور مالک سیّد ہے تو یہ سید ہی کو زکوٰۃ
پہونچے گی اور اس کو جائز نہیں ہے۔

غارم یعنی قرضدار

قرضدار کو زکوٰۃ دینا بھی جائز ہے بشرطیکہ قرض سے زائد کوئی رقم بقدر نصاب اس کے پاس
نہ ہو یا کوئی مال حاجت اصلیہ سے اس کے پاس فاضل نہ ہو کہ جس کی قیمت نصاب کو پہونچے تو

ایسے قرضدار کوزکوٰۃ دینا جائز ہے۔

فی سبیل اللہ

اس سے مراد ایسے مجاہدین پر مال زکوٰۃ کا صرف کرنا ہے جو کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے ہوں کہ ان کی سواری، اسلحہ، راستے کے خرچ اور آلات کی فراہمی کے لئے مال زکوٰۃ کا دینا جائز ہے اور یا تو اس سے مراد وہ حجاج کرام ہیں جو کہ راستے میں کسی حادثہ کے شکار ہو کر مالی تعاون کے محتاج ہوں یا وہ طلبہ مراد ہیں جو کہ علم دین کے حصول کے لئے اللہ کی راہ میں نکلے ہوں کہ ان کو بھی زکوٰۃ کا مال لینا جائز ہے۔

ابن السبیل یعنی مسافر

ابن السبیل سے مراد مسافر ہے جس کا زادِ راہ ختم ہو چکا ہو اگر چہ وہ گھر پر مالی اعتبار سے خوش حال ہو پھر بھی اس کوزکوٰۃ لینا جائز ہے۔

عُشر کا بیان

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عُشر کا معنی ہے دسواں حصہ اور اصطلاح شرع میں عشر سے مراد پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو بعض زمینوں میں پیداوار کا دسواں حصہ ہوتی ہے اور بعض زمینوں میں پیداوار کا بیسواں حصہ۔ جس طرح زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے اسی طرح عشر کی ادائیگی بھی فرض ہے۔

عُشر کی شرح

جس کھیت یا باغ کو بارش کا پانی، چشمے، دریا، ندی اور قدرتی نالوں کا پانی سیراب کرتا ہو یا دریا کے کنارے واقع ہونے کی وجہ سے قدرتی طور پر نم اور سیراب رہتی ہو اس میں پیداوار کا دسواں حصہ عُشر نکالنا واجب ہے اور جو کھیت یا باغ آب پاشی کے مصنوعی ذرائع مثلاً ٹیوب ویل، رہٹ، ہینڈ پمپ وغیرہ سے سیراب کئے جاتے ہوں ان میں پیداوار کا بیسواں حصہ یعنی نصف عشر نکالنا واجب ہوتا ہے۔

عُشر کس کو دیا جائے

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! عشر کے بھی وہی حقدار ہیں جو زکوٰۃ کے حقدار ہیں۔ لازم یہ ہے کہ جب اناج یا پھل کھانے کے لائق ہو جائیں تو ان میں سے عشر (دسواں یا بیسواں حصہ) نکال کر جائز مصارف میں خرچ کر دیا جائے پھر اس کو دیگر مصارف یعنی ذخیرہ اندوزی، کھیتی وغیرہ کے کام میں استعمال کیا جائے۔

شبِ قدر

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! شب قدر کی فضیلت قرآن وحدیث سے صراحۃً ثابت ہے۔ شب قدر عظمت وتقدیس فضائل وکمالات کا مخزن ہے، شب قدر کو تمام راتوں پر فوقیت حاصل ہے کیوں کہ اس رات میں رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور شب قدر کی اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ خالق لیل ونہار جل جلالہ نے اس کی تعریف وتوصیف میں مکمل سورت نازل فرما دیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّـآ اَنْـزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَاۤ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَـنَـزَّلُ الْـمَلٰٓئِـکَةُ وَالـرُّوْحُ فِیْهَـا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِo

بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا اور تم نے کیا جانا کیا شب قدر، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر اس میں فرشتے اور جبرئیل اترتے ہیں۔ اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے وہ سلامتی ہے۔ صبح چمکنے تک۔ (سورۂ قدر، پ۳۰ کنزالایمان)

وجہ تسمیہ

مفسر شہیر حضرت علامہ پیر کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ امام زہری کا قول نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "سُمِّیَتْ بِهَا لِلْعَظْمَةِ وَالشَّرَفِ .... لِاَنَّ الْعَمَلَ فِیْهِ یَکُوْنُ ذَا قَدْرٍ عِنْدَ

"اللّٰہِ" اس کا نام "لیلۃ القدر" عظمت اور شرافت کی وجہ سے رکھا گیا ہے...... کیوں کہ اعمالِ صالحہ اللہ کے نزدیک باعزت ہوتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یوں بیان کی ہے "قِیْلَ سُمِّیَتْ بِذٰلِکَ لِاَنَّہٗ اَنْزَلَ فِیْھَا کِتَاباً ذَا قَدَرٍ عَلٰی رَسُوْلٍ ذِیْ قَدَرٍ عَلٰی اُمَّۃٍ ذَاتِ قَدَرٍ" یعنی اسے شب قدر اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس میں ایک بڑی قدر و منزلت والی کتاب، بڑے قدر و منزلت والے رسول پر اور بڑی قدر و منزلت والی امت کے لئے نازل فرمائی۔ (ضیاء القرآن)

شبِ قدر احادیث کے آئینہ میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَاناً وَّ اِحْتِسَاباً غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ" جو شب قدر میں ایمان و یقین کے ساتھ قیام کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری: ۱/۲۵۵، مسلم)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص محض ثواب کی نیت اور اللہ کی رضا کے لئے قیام کرے یعنی نوافل، تلاوت، ذکر و اذکار وغیرہ میں مصروف رہے تو خدائے غفار ایسے شخص کے پچھلے گناہِ صغائر کو معاف فرما دیتا ہے اور رہے گناہِ کبائر تو وہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔

شب قدر کونسی رات ہے

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! شبِ قدر کون سی رات ہے؟ یہ متعین نہیں البتہ احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ لہٰذا ماہِ رمضان المبارک کی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ رویں راتوں کو شب بیداری کریں اور ان راتوں کو قیام و تلاوت و ذکر و درود میں گزاریں اگر ذمہ میں قضا نماز باقی ہو تو قضا نمازوں کو ادا کریں کیوں کہ ان راتوں کے شبِ قدر ہونے کی زیادہ امید ہے جیسا کہ مالکِ کون و

مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے "تَحَرَّوْا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ" رمضان شریف کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (بخاری: ۱/۲۷۱)

دوسری حدیث پاک میں ہے کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ اکثر علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شب قدر ہے۔

امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف یہی ہے اور الفاظ قرآن سے بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے۔ مثلاً سورۃ القدر میں "لیلۃ القدر" تین جگہ ارشاد ہوا اور لیلۃ القدر میں نو حروف ہیں، نو کو تین سے ضرب دینے میں حاصل ضرب ستائیس ہوتا ہے۔

(۹x۳=۲۷)

شبِ قدر کی علامتیں

حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ رات اکائی کی ہے (یعنی اکیسویں یا تیئسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا آخری رات) یہ رات بالکل صاف اور ایسی روشن ہوتی ہے کہ گویا چاند چڑھا ہوا ہے، اس میں سکون اور دلجمعی ہوتی ہے، نہ سردی زیادہ ہوتی ہے نہ گرمی، صبح تک ستارے نہیں جھڑتے، اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس کی صبح کو سورج تیز شعاعوں سے نہیں نکلتا بلکہ چودہویں رات کی طرح صاف نکلتا ہے۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مذکورہ حدیث شریف میں جو شبِ قدر کی علامتیں بیان کی گئی ہیں ان کے ذریعہ شبِ قدر کو تلاش کرنا بالکل آسان ہو گیا ہے، اب ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ مذکورہ علامتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے شب قدر کو تلاش کریں اور اس میں خوب دلجمعی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شبِ قدر کو پوشیدہ رکھنے کی حکمتیں

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ایک دن اس غرض سے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شبِ قدر کی اطلاع فرما دیں مگر دو مسلمانوں

میں جھگڑا ہو رہا تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا تا کہ تمہیں شبِ قدر کی اطلاع دوں مگر فلاح فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعیین میرے ذہن سے اٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اٹھا لینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔ (بخاری: ۱/۲۷۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مذکورہ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپس کا جھگڑا اس قدر برا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے اللہ عزوجل نے لیلۃ القدر کی تعیین اٹھالی، یعنی کون سی رات لیلۃ القدر ہے، اس کی تخصیص تو ہوگئی تھی لیکن اس کو اٹھالیا گیا۔

مگر بعض وجوہ سے اس میں بھی امت کے چند فائدے ہیں۔

☆ لیلۃ القدر کی تعیین باقی رہتی تو بعض آرام پسند اور کوتاہ طبیعتوں کے لوگ دوسری راتوں میں عبادت وریاضت نہ کرتے۔ اب عدمِ تعیین پر طاق راتوں میں بندے عبادت وریاضت میں گزارنے کی کوشش کریں گے۔

☆ تعیین کی صورت میں ایک رات عبادت کر کے بندہ باقی راتوں کو سو سکتا تھا مگر عدمِ تعیین کی صورت میں پانچ راتیں بندہ عبادت میں گزارے گا، جس کی وجہ سے اسے شبِ قدر کی فضیلت تو حاصل ہوگی ہی ساتھ ہی ساتھ دیگر راتوں میں عبادت کرنے کا بھی اجر ملے گا اور شبِ قدر کو تلاش کرنے کا بھی اجر اسے حاصل ہوگا۔

☆ لیلۃ القدر سال میں ایک ہی رات ہے، اگر اس کی تعیین ہو جاتی تو اس میں عبادت کر لینے کے بعد دیگر راتوں کی عبادت میں اتنا لطف نہیں ملتا جتنا عدمِ تعیین کی صورت میں ملتا ہے۔

لہٰذا اللہ عزوجل نے اس کی تعیین کو اٹھالیا تا کہ اس کے بندے ماہِ رمضان المبارک کی راتوں میں خوب سے خوب عبادت کر کے اپنے مولیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔

خاص بات تو یہ ہے کہ اللہ عزوجل فرشتوں میں تفاخر فرماتا ہے کہ دیکھو ماہِ رمضان المبارک کی راتوں میں میرے بندے کس طرح میری عبادت وریاضت کر رہے ہیں۔

بہر حال کوئی بھی وجہ ہو لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے حق میں بہتر ہی کیا۔ ہم کو چاہئے کہ ہم لیلۃ القدر کی تلاش میں ماہِ رمضان المبارک کی آخری طاق راتوں کو عبادت و ریاضت کے ذریعہ زندہ رکھیں۔ انشاء اللہ ہمیں بے شمار نیکیاں اور فوائد میسر آئیں گے۔

شب قدر کیوں عطا ہوئی؟

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! شبِ قدر عطا کئے جانے کے بارے میں کئی روایتیں ملتی ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کونین صاحبِ قاب قوسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شمعون نامی عابد تھے جنہوں نے ہزار ماہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور عبادت کی۔ اس پر صحابۂ کرام کو تعجب ہوا اور کہا کہ پھر ہمارے اعمال کی کیا حیثیت ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ایک رات عطا فرمائی جو اس غازی کی مدتِ عبادت سے بہتر ہے۔ (تفسیر صاوی)

اسی سلسلے میں ایک اور روایت علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا امام مالک کے حوالے سے تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پچھلی امتوں کی عمریں دکھائی گئیں، آپ نے دیکھا کہ ان کے مقابل میں آپ کی امت کی عمریں کم ہیں اس سے آپ کو خوف ہوا کہ میری امت کے اعمال ان امتوں کے اعمال تک نہ پہونچ سکیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمایا جو ان امتوں کے ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے ''لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ''

اسی طرح ایک اور روایت حضرت علی بن عروہ سے ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار اشخاص کا ذکر فرمایا جنہوں نے اللہ کی اَسّی برس عبادت کی اور ان کی زندگی کا ایک لمحہ بھی اللہ کی نافرمانی میں نہیں گزرا، آپ نے ان چار اشخاص میں حضرت ایوب، حضرت حزقیل، حضرت یوشع اور حضرت زکریا علیہم السلام کا ذکر فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کو یہ سن کر تعجب ہوا تو جبرئیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ

تعالیٰ علیک وسلم! آپ کی امت کو ان لوگوں کی اَسّی سال کی عبادت سے تعجب ہوا، اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس سے بہتر چیز نازل کر دی ہے اور سورۂ قدر پڑھی اور کہا یہ اس چیز سے افضل ہے جس پر آپ کو اور آپ کی امت کو تعجب ہوا تھا۔

فرشتوں کا نزول

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! سورۂ قدر میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ”تَنَزَّلُ الْمَلٰئِکَۃُ وَ الرُّوْحُ فِیْھَا“ اس رات فرشتے اور روح آسمان سے زمین پر اترتے ہیں۔ شب قدر میں سارے فرشتے نازل ہوتے ہیں یا ان میں سے بعض، اس سلسلے میں مفسرینِ کرام کے چند اقوال ہیں۔ بعض کا یہ کہنا ہے کہ سارے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور بعض کا یہ کہنا ہے کہ ان میں سے بعض نازل ہوتے ہیں اور بعض کا یہ کہنا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ کے سارے فرشتوں کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔

نزولِ ملائکہ کے حوالے سے حدیث پاک میں بھی ذکر ہے۔

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اِذَا کَانَ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ یَنْزِلُ جِبْرِیْلُ فِیْ کُبْکُبَۃٍ مِّنَ الْمَلَائِکَۃِ یُصَلُّوْنَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَائِدٍ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ“ یعنی لیلۃ القدر کو جبریل امین فرشتوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں اور ملائکہ کا یہ گروہ ہر اس بندے کے لئے دعائے مغفرت اور التجائے رحمت کرتا ہے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب شب قدر آتی ہے تو حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ وہ فرشتے بھی اترتے ہیں جو سدرۃ المنتہٰی پر رہنے والے ہیں۔ اور وہ اپنے ساتھ چار جھنڈے لاتے ہیں، ایک گنبد خضریٰ پر نصب کرتے ہیں، ایک بیت القدس کی چھت پر، ایک مسجد حرام کی چھت پر نصب کرتے ہیں اور ایک طور سینا کے اوپر، اور ہر مومن مرد وعورت کے گھر پر تشریف لے جاتے ہیں اور انہیں سلام کہتے ہیں، اس رحمت سے شرابی، قاطع رحم اور سود کھانے والے محروم رہتے ہیں۔ (صاوی بحوالہ متاع آخرت)

ایک عجیب الخلقت فرشتے کا نزول

صاحبِ تفسیر روح البیان تحریر فرماتے ہیں کہ ایک فرشتہ ایسا ہے کہ جس کا سر عرش کے نیچے ہے اور دونوں پاؤں ساتوں زمینوں کی جڑوں میں، اس کے ایک ہزار سر ہیں اور ہر سر عالم دنیا سے بڑا ہے اور ہر سر میں ایک ہزار چہرے اور ہر چہرے میں ہزار منہ، ہر منہ میں ہزار زبانیں، ہر زبان سے ہزار قسم کی تسبیح وتحمید پڑھتا ہے، ہر زبان کی بولی دوسری زبان سے نہیں ملتی، وہ منہ سے زبان کھولتا ہے تو تمام آسمان کے فرشتے اس کے ڈر سے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں کہ کہیں اس کے چہرے کے انوار انہیں جلا نہ دیں۔ ہر صبح وشام ان تمام مونہوں سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔ یہ فرشتہ شب قدر میں زمین پر اتر کر رسولِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے اہلِ ایمان روزہ دار مردوں اور عورتوں کے لئے طلوعِ فجر تک استغفار کرتا ہے۔ (روح البیان)

فرشتے کیوں نازل ہوتے ہیں؟

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! آپ یہ سوچتے ہوں گے کہ آخر شب قدر میں فرشتے کیوں نازل ہوتے ہیں؟ جب کہ فرشتے خود تسبیح وتقدیس اور تہلیل کے تونگر ہیں، قیام، رکوع اور سجود ساری عبادات سے سرشار ہیں پھر انسانوں کی وہ کون سی عبادت ہے جسے دیکھنے کے شوق میں وہ انسانوں سے ملاقات کی تمنا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کر کے زمین پر نازل ہوتے ہیں؟ آیئے اس سلسلے میں چند باتیں ملاحظہ کرتے ہیں تا کہ اس رات عبادت کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

محدثینِ کرام نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ کوئی شخص خود بھوکا رہ کر اپنا کھانا کسی اور ضرورت مند کو کھلا دے یہ وہ نادر عبادت ہے جو فرشتوں میں نہیں ہوتی، گناہوں پر توبہ اور ندامت کے آنسو بہانا اور گڑگڑانا، اللہ سے معافی چاہنا، اپنی طبعی نیند چھوڑ کر اللہ کی یاد کے لئے رات کے پچھلے پہر اٹھنا اور خوفِ خدا سے ہچکیاں لے لے کر رونا، یہ وہ عبادتیں ہیں جن کا فرشتوں کے یہاں کوئی تصور نہیں کیوں کہ نہ وہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ گناہ کرتے ہیں، نہ سوتے ہیں۔

حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''گناہ گاروں کی سسکیوں اور ہچکیوں کی آواز مجھے تسبیح وتہلیل کی آوازوں سے زیادہ پسند ہے'' اس لئے فرشتے یادِ خدا میں آنسو بہانے والی آنکھوں کو دیکھنے اور خوفِ خدا سے نکلنے والی آہوں کو سننے کے لئے زمین پر اترتے ہیں۔

امام رازی علیہ الرحمہ نے اس کہ وجہ یہ بیان فرمائی کہ انسان کی عادت ہے کہ وہ علما اور صالحین کے سامنے زیادہ اچھی اور زیادہ خشوع وخضوع سے عبادت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس رات فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ اے انسانو! تم عبادت گزاروں کی مجلس میں زیادہ عبادت کرتے ہو آؤ اب ملائکہ کی مجلسوں میں خضوع اور خشوع سے عبادت کرو۔

فرشتوں کے نزول کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے استفسار کیا تھا کہ اسے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے جو زمین میں فسق وفجور اور خونریزی کرے گا؟ لہٰذا اس رات اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ان کی امیدوں سے بڑھ کر اجر وثواب کا وعدہ کیا، اس رات کے عبادت گزاروں کو زبانِ رسالت سے مغفرت کی نوید سنائی، فرشتوں کی آمد اور ان کی زیارت اور سلام کرنے کی بشارت دی تا کہ اس کے لئے یہ رات جاگ کر گزاریں، تھکاوٹ اور نیند کے باوجود اپنے آپ کو بستروں اور آرام سے دور رکھیں تا کہ جب فرشتے آسمان سے اتریں تو ان سے کہا جاسکے یہی وہ ابنِ آدم ہیں جن کی خونریزیوں کی تم نے خبر دی تھی، یہی وہ شر رخا کی ہے جس کے فسق وفجور کا تم نے ذکر کیا تھا، اس کی طبیعت اور خلقت میں ہم نے رات کی نیند رکھی ہے لیکن یہ اپنے طبعی اور خلقی تقاضوں کو چھوڑ کر ہماری رضا جوئی کے لئے رات سجدوں اور قیام میں گزار رہا ہے۔

فرشتوں کا سلام

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت امام رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ آخرت میں فرشتے مسلمانوں کی زیارت کریں گے اور آکر سلام عرض کریں گے ''اَلْمَلٰئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ''

فرشتے جنت کے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور آکر سلام کریں گے اور لیلۃ القدر میں یہ ظاہر فرمایا کہ اگر تم میری عبادت میں مشغول ہو جاؤ تو آخرت تو الگ رہی دنیا میں بھی فرشتے تمہاری زیارت کو آئیں گے اور آکر سلام کریں گے۔ (شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی)

شب قدر اور تدابیرِ امور

علامہ قرطبی مجاہد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں زندگی، موت اور رزق وغیرہ کے احکام مُدَبِّراتِ اُمور (فرشتوں) کے حوالے کر دیتا ہے۔ یہ چار فرشتے ہیں اسرافیل، میکائیل، عزرائیل اور جبرائیل علیہم السلام۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اس سال جس قدر بارش ہونی ہے، جس قدر رزق ملنا ہے اور جن لوگوں کو جینا یا مرنا ہے اس کو لوحِ محفوظ سے نقل کر کے لکھ دیا جاتا ہے حتی کہ لیلۃ القدر میں یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ کون کون شخص اس سال بیت اللہ کا حج کرے گا، ان کے نام ان کے آباء کے نام لکھ دئے جاتے ہیں۔ نہ ان میں کوئی کمی کی جاتی ہے نہ کوئی اضافہ۔

شب قدر کی دعائیں

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر مجھ کو شب قدر معلوم ہو جائے تو میں اس میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (مشکوٰۃ:۱۸۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک اور روایت اس طرح ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر لیلۃ القدر پالوں تو اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں؟ فرمایا ''اس سے عافیت کے سوا کچھ نہ مانگنا'' اس میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس دعائے مبارک کی طرف اشارہ ہے ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَۃَ وَ الْمُعَافَاۃَ فِی الدِّیْنِ وَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ'' اے اللہ! میں تجھ سے عفو وعافیت اور دین ودنیا و آخرت میں معافات (عافیت) مانگتا ہوں۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مذکورہ احادیثِ کریمہ میں اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو دعائیں تعلیم فرمائیں وہ بڑی ہی معنی خیز ہیں۔ مذکورہ دعاؤں میں بندہ اپنے رب کی شان عفو وکرم کو وسیلہ بنا کر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ تو معاف فرمانے والا ہے، معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے بس مجھے بھی معاف فرما۔ اور دوسری دعا میں دین، دنیا اور آخرت میں عفو، عافیت، اور معافات کو طلب کرتا ہے۔

ماہِ رمضان المبارک میں اللہ رب العزت کی شانِ رحیمی وکریمی جوش پر ہوتی ہے اس لئے ہم جیسے سیاہ کاروں کو اس سنہرے موقعہ کو ضائع نہیں کرنا چاہئے اور رب کی رحمت سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے عفو وکرم کی بھیک مانگنی چاہئے اور شبِ قدر میں خاص اس دعا کی کثرت کرنی چاہئے کیوں کہ شب قدر کی فضیلت قرآنِ مقدس سے ثابت ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ہم اگر شبِ قدر میں شب بیداری کا خاص اہتمام کریں اور قیام وتلاوت میں مصروف ہو جائیں تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ضرور ہمارے گناہوں کو معاف بھی فرمائے گا اور کرم کی نظر بھی فرمائے گا۔

شب قدر کی نفل نماز

جو اس رات چار رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ، سورۂ قدر ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص ستائیس مرتبہ پڑھے تو اس نماز کا پڑھنے والا گناہوں سے ایسا صاف ہو جاتا ہے کہ گویا آج ہی پیدا ہوا اور اللہ جل شانہٗ اسے جنت میں ہزار محلات عطا فرمائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو کوئی ستائیسویں رمضان کو چار رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قدر تین مرتبہ اور سورۂ اخلاص پچاس مرتبہ پڑھے اور بعد سلام سجدہ میں جا کر ایک مرتبہ یہ پڑھے۔

”سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ“ پھر جو دعا مانگے قبول ہوگی اور اللہ عزوجل اس کو بے انتہا نعمتیں عطا فرمائے گا اور اس کے کل گناہ بخش دے گا۔ ان شاء اللہ

رب قدیر ہم سب کو شب قدر کی قدر کرنے اور اس میں خوب خوب عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شب قدر سے محرومی کا نقصان

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! جہاں شبِ قدر میں شب بیداری اور عبادت کرنے کے بے شمار فوائد ہیں وہی اس میں سستی برتنے اور غفلت کا مظاہرہ کرنے میں بے شمار نقصانات بھی ہیں۔ اگر ہم نے لیلۃ القدر میں یعنی رمضان المبارک کی طاق راتوں میں قیام وتلاوت کا اہتمام نہ کیا تو اس کا نقصان بھی ملاحظہ فرمائیں کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ”مَنْ حُرِمَھَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَیْرَ کُلَّہٗ وَ لَا یُحْرَمُ خَیْرَھَا اِلَّا کُلُّ مَحْرُوْمٍ“ یعنی جو شخص شب قدر سے محروم ہو گیا گویا پوری بھلائی سے محروم ہو گیا اور شب قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔ (ابنِ ماجہ)

حدیث شریف سے یہ واضح ہو گیا کہ شبِ قدر میں غفلت نہیں برتنی چاہئے بلکہ اپنے آپ کو عبادت کے لئے خوب تیار کرنا چاہئے کیوں کہ اللہ کریم چند گھنٹوں کی عبادت کے عوض اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے۔ کم نصیب ہے وہ شخص جو چند گھنٹے بھی اپنے رب کے حضور عبادت کے لئے قربان کرنے کو تیار نہ ہو۔

اگلی امتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں اور وہ عبادت وریاضت کی کثرت کرتے تھے۔ اللہ عزوجل نے اس امت پر کرم فرمایا کہ ان کو شبِ قدر عطا فرما دی اور ایک شبِ قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کر دیا۔ کم وقت اور محنت بھی کم لیکن ثواب میں لمبی عمر والوں سے بھی زیادہ یہ انعام واکرام صرف رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل ہی ہے اگر بندہ اس کے باوجود بھی غفلت برتے تو اس پر افسوس ہے۔

لیلۃ القدر میں خوب عبادت وریاضت کے ساتھ ساتھ اپنے اہل وعیال اور دوست واحباب کو بھی اس پر آمادہ کرو۔ انشاء اللہ لیلۃ القدر میں جاگنا اپنی قسمت کو جگانے کا ذریعہ بن جائے گا اور جو دعا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی اس دعا کی کثرت کرو یعنی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اپنے گناہوں سے معافی مانگو اس لئے کہ آخرت کا معاملہ بہت ہی کٹھن ہے انشاء اللہ شب قدر کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ آخرت کی ساری پریشانیوں کو آسان فرما دے گا۔

اعتکاف کا بیان

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا جیسا کہ خود اس کا ارشاد ہے ”وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ“ میں نے جن اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا۔

عبادت کہتے ہیں ”اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کرنے اور اس کے احکام کے بجالانے“ کو۔ عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ ہم نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، عمرہ کرتے ہیں، زکوٰۃ وصدقات ادا کرتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں، مدارسِ اسلامیہ کی تعمیر، مسجدوں کی تعمیر اور اپنی جائز کمائی سے طالبانِ علومِ دینیہ کا تعاون کرتے ہیں یہ ساری چیزیں عبادت میں شمار ہوتی ہیں اور ان کے علاوہ بھی عبادت کے بے شمار طریقے ہیں۔

ماہِ رمضان المبارک میں جہاں ہمیں اور دیگر عبادتوں کا اہتمام کرنا ہے وہیں اس اعتکاف کرنے کی بھی کوشش کرنی ہے۔ ہم اعتکاف کے حوالے سے چند باتیں تحریر کر رہے ہیں تاکہ اس کے پڑھنے کے بعد دلوں میں اعتکاف کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اعتکاف کا لغوی معنی علامہ اصفہانی نے ”تعظیم کی نیت سے کسی چیز کے پاس ٹھہرنا“ بیان فرمایا ہے اور شریعت میں عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ (شرح صحیح مسلم: ۲۲۰)

نبی کون و مکاں کا معمول

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے وہ جگہ دکھائی جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعتکاف کرتے تھے۔ (ایضا: ۱/۲۷۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں ”اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ“ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری دس دن میں اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ رفیقِ اعلیٰ سے جاملے۔ (بخاری: ۱/۲۷۱)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مذکورہ بالا احادیث میں ”کَانَ یَعْتَکِفُ“ کا لفظ آیا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعتکاف پر مداومت اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالاستمرار اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

اعتکاف کے ذریعہ شبِ قدر کی تلاش

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا پھر ترکی خیمہ کے اندر درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا پھر سر مبارک خیمہ سے نکال کر فرمایا میں نے اس رات کی تلاش میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا پھر میرے پاس آنے والا آیا اور مجھے بتایا گیا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے تو جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا وہ آخری عشرہ میں بھی اعتکاف کرے۔

مجھے یہ رات دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی میں نے اس رات کی صبح اپنے آپ کو گیلی مٹی میں سجدہ کرتے دیکھا لہٰذا تم اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس رات بارش ہوئی اور مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور میری آنکھوں نے رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اکیسویں کی صبح کو دیکھا کہ آپ کی پیشانی پر گیلی مٹی کا اثر تھا۔ (بخاری: ۱/۲۷۱)

اعتکاف کی فضیلت

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں ارشاد فرمایا ”وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیوں سے اس

کواس قدر ثواب ملتا ہے جیسے اس نے تمام نیکیاں کیں۔ (ابنِ ماجہ)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کرلیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کئے۔ (بیہقی)

آقائے نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں خلوص کے ساتھ اعتکاف کرے اللہ عزوجل اس کے نامۂ اعمال میں ہزار سال کی عبادت کا ثواب درج فرمائے گا اور اس کو قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ عنایت فرمائے گا۔

اعتکاف کے اقسام

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔(۱)واجب (۲)سنتِ مؤکدہ (۳)نفل

اعتکافِ واجب: اعتکافِ واجب نذر کی وجہ سے ہوتا ہے۔اس کی دو صورتیں ہیں۔اول یہ کہ بندہ یہ نذر مانے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دن یا ایک ہفتہ یا ایک ماہ اعتکاف کروں گا۔ دوم یہ کہ یہ نذر مانے کہ میرا فلاں کام ہوجائے تو متعینہ ایام میں اعتکاف کروں گا۔تو اس صورت میں اعتکاف واجب ہوجائے گا۔ (کتبِ فقہ)

اعتکافِ سنتِ مؤکدہ: رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنتِ مؤکدہ کفایہ ہے کہ اگر شہر کے ایک شخص نے بھی کرلیا تو سارے لوگ بریٔ الذمہ ہوجائیں گے اور اگر کسی نے نہ کیا تو سب جواب دہی کے مستحق ہوں گے۔ (بہارِ شریعت)

اعتکافِ نفل: مذکورہ بالا دو اقسام کے علاوہ اعتکاف کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ اعتکافِ نفل ہیں۔

اعتکاف واجب، سنت مؤکدہ اور نفل میں فرق

اعتکافِ واجب، سنتِ مؤکدہ اور نفل میں فرق یہ ہے کہ اعتکافِ واجب اور سنتِ مؤکدہ میں روزہ شرط ہے کہ بغیر روزہ کے یہ اعتکاف نہیں مانے جائیں گے مگر نفل اعتکاف میں

روزہ شرط نہیں ہے بلکہ وہ ایک گھنٹہ دو گھنٹہ، ایک دن دو دن کا بھی ہوتا ہے۔اسی لئے بہتر یہ ہے کہ جب کبھی مسجد میں داخل ہوں تو اعتکاف کی نیت کرلیں یا اپنی زبان سے ان الفاظ کو دہرالیں "بِسْمِ اللّٰہِ دَخَلْتُ وَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ نَوَیْتُ سُنَّتَ الْاِعْتِکَافِ" اس کے بعد اگر مسجد میں بیٹھے بھی رہیں گے تو عبادت کا ثواب نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔

اعتکافِ واجب اور سنت مؤکدہ میں بلا عذر مسجد سے نکلنے کی صورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے مگر اعتکافِ نفل میں بلا عذر بھی مسجد سے نکل سکتے ہیں پھر جب دوبارہ مسجد میں داخل ہوں گے تو اعتکاف شروع ہوجائے گا۔

اعتکاف میں کئے جانے والے اعمال

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ویسے تو ہم اعتکاف میں عبادت کا کوئی بھی کام کرسکتے ہیں مگر مندرجہ ذیل مخصوص اعمال کریں تو بہتر ہے۔

☆ نمازِ پنجگانہ کی باجماعت صفِ اول میں تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ پابندی کریں۔
☆ عمامہ شریف باندھ کر نماز پڑھیں۔
☆ روزانہ کم از کم ایک پارہ قرآنِ مقدس کی تلاوت کریں۔
☆ قرآنِ مقدس کا ترجمہ اور تفسیر کنزالایمان سے مطالعہ کریں۔
☆ مقررہ وقت میں علمائے اہلِ سنت کی چند مخصوص کتابوں کا مطالعہ کریں جن کے ذریعہ علم دین حاصل ہو۔
☆ اگر ممکن ہو تو چند مخصوص لوگوں سے مقررہ اوقات میں پند و نصیحت کی باتیں کریں۔
☆ مخصوص وقت میں درود شریف کا ورد کریں۔
☆ رات میں نوافل کی کثرت کریں۔
☆ ہر کام سنت کے مطابق کریں۔
☆ نمازِ تہجد، اشراق، چاشت، اوابین وغیرہ نوافل پڑھیں۔

☆ قضانمازیں ادا کریں۔

☆ توبہ واستغفار کریں۔

☆ اپنے اور ساری امتِ مسلمہ کے فلاح و بہبود کی دعا کریں۔

☆ اپنی زندگی میں انقلاب پیدا ہونے اور ساری عمر عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گزرنے اور موت کے وقت ایمان پر خاتمہ ہونے کی دعا کریں۔

انشاء اللہ اعتکاف میں مذکورہ بالا اعمال کرنے کی برکت سے ہم نیکیوں کا ذخیرہ اپنے دامن میں اکٹھا کرلیں گے اور ہمیں عبادت میں لطف بھی آئے گا۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں ان تمام اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتکاف میں کئے جانے والے چند اوراد و وظائف

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اوراد ووظائف ہمارے اسلاف کا معمول رہا ہے، اس کے بے شمار فوائد وفضائل ہیں، سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ یہ بھی اللہ عزوجل کے ذکر کا ایک اہم ذریعہ ہیں اور ذکر خدا کے حوالے سے خود خدائے کریم کا ارشاد ہے ''اَلاَ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ'' خبردار اللہ کے ذکر ہی میں دلوں کا اطمینان ہے۔

ویسے تو ہمیں ہر دن اور ہر رات کے لئے چند وظائف مقرر کرلینا چاہئے کہ اس کی پابندی کریں مگر ماہِ رمضان المبارک میں جب ہم نے اعتکاف کی نیت کرلی اس وقت ہمیں خصوصا مندرجہ ذیل اوراد کی کثرت کرنی چاہئے۔ ہم چند وظائف ان کے فضائل وفوائد کے ساتھ تحریر کررہے ہیں۔

☆ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو کوئی ہر روز سات مرتبہ اس آیت کو پڑھے گا''**فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ**'' اللہ تعالیٰ اس کے آخرت کے امر مہم کو کفایت کرے گا۔ خواہ وہ اس قول میں سچا ہو یا جھوٹا۔ یعنی خواہ توکل رکھتا ہو یا نہیں۔

☆ کسی نے خواب میں عتبہ غلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے فرمایا میں اس دعا کے باعث جنت میں داخل ہوا''**اَللّٰھُمَّ یَا ھَادِیَ الْمُضِلِّیْنَ وَ یَا اَرْحَمَ الْمُذْنِبِیْنَ وَ مُقْبِلَ عَثَرَاتِ الْعَاثِرِیْنَ اِرْحَمْ عَبْدَکَ ذَاالْخَطْرِ الْعَظِیْمِ وَ الْمُسْلِمِیْنَ کُلَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ فَاجْعَلْنَا مَعَ الْاَحْیَاءِ الْمَرْزُوْقِیْنَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَاءِ وَ الصَّالِحِیْنَ آمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ**''

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس جگہ میں نماز پڑھوں اس جگہ میرا بیٹھا رہنا اور نماز سے لے کر آفتاب نکلنے تک ذکرِ الٰہی کرنا مجھے اس بات سے محبوب تک ہے کہ چار غلام آزاد کروں۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مذکورہ حدیث شریف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں خصوصاً اعتکاف کی حالت میں نماز کے بعد ان کلمات کو بکثرت دہرالینا چاہئے''**اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ**''

ماہِ رمضان المبارک کی آخری شب کیسے گزاریں؟

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ماہِ رمضان المبارک میں ہم روزہ رکھتے ہیں، نوافل پڑھتے ہیں، تراویح کا اہتمام کرتے ہیں، قرآن مقدس کی تلاوت کرتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں، روزہ داروں کو افطاری کراتے ہیں، اپنے اہل وعیال پر خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ یقیناً ان اعمال میں بے حد ثواب اور بے شمار فوائد ہیں لیکن جیسے ہی ہم عید کا چاند دیکھتے ہیں یہ تصور کرتے ہیں کہ سارے اعمال خیر سے ہمیں چھٹکارا ملا، عید کا چاند دیکھتے ہی ہم بازار میں نکل جاتے ہیں اور قسم قسم کی اشیاء خریدنے میں مشغول ہوجاتے ہیں اور اکثر لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ ماہِ رمضان المبارک کا چاند دیکھتے ہی گویا وہ اللہ عزوجل کو بھول گئے ہوں، پورا مہینہ عبادت اور نیکی میں گزارنے کے بعد عید کا چاند دیکھتے ہی نمازوں کو ترک کرکے دیگر اعمال میں مشغول ہوجاتے ہیں۔

ہمیں کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ کیا ہم نے ماہِ رمضان المبارک کی اس طرح قدر کی ہے جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق بنتا ہے، کیا ہم نے اس میں اس طرح عبادت کی ہے جس طرح عبادت کرنی چاہئے۔ شبِ عید ماہِ رمضان المبارک میں کی جانے والی نیکیوں کا بدلہ لینے کی شب ہے اگر ہم اسی شب میں اللہ سے غافل ہو جائیں گے تو یہ کتنی کم نصیبی کی بات ہوگی۔ لہٰذا اس حدیث کو پڑھو اور شبِ عید میں ماہِ رمضان المبارک میں اپنے سارے اعمال کا تجزیہ اور احتساب کرو۔

اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب عید الفطر کی رات آتی ہے ملائکہ خوشی مناتے ہیں اور اللہ عزوجل اپنے نور کی خاص تجلّی فرماتا ہے، فرشتوں سے فرماتا ہے اے گروہِ ملائکہ اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے اپنا کام پورا کرلیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اس کو پورا اجر دیا جائے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس کو بخش دیا۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اس حدیث کو پڑھنے کے بعد رمضان کی آخری شب ہمیں اپنا احتساب کرنا چاہئے کہ ہم نے پورے ماہ میں کتنی نیکی کی ہے اور آج جو نیکیوں کا صلہ ملنے کی شب ہے اس میں ہمیں کتنے اجر کے حقدار ہیں۔ اگر ہم نے ماہِ رمضان المبارک میں بھرپور عبادت کی ہے تو ٹھیک ہے اور اگر ہم سے عبادت میں کوتاہی ہوگئی ہے تو پھر اب کون سی خوشی ہمیں ہے جس کی اتنی دھوم دھام سے تیاری کرنے جا رہے ہیں، ہمیں تو اپنی کوتاہیوں پر افسوس وندامت کرنا چاہئے تھا کہ افسوس صد افسوس ہم سے ماہِ محترم رمضان کا حق ادا نہیں ہو سکا۔

صحابۂ کرام اور بزرگانِ دین کی حیاتِ طیبہ کا اگر ہم مطالعہ کریں تو ہم پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ وہ حضرات رمضان المبارک کے مہینے میں بے شمار نیکیاں کرنے کے باوجود عید کے دن کتنا افسوس کیا کرتے تھے اور ان کو یہ فکر ستایا کرتی تھی کہ کیا ہم نے رمضان المبارک کا حق ادا کر دیا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے منقول ہے کہ آپ عید کے دن گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر اتنا روئے کہ ریشِ مبارک تر ہوگئی، لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے روزے قبول ہوئے یا نہیں وہ عید کیسے منائے۔ (مواعظِ حسنہ)

اسی طرح حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ وہ عید کے دن اپنے اہل و عیال کو اکٹھا کرتے اور سب مل کر روتے، لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کیوں ایسا کرتے ہیں؟ فرمانے لگے میں غلام ہوں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا حکم فرمایا ہے ہمیں معلوم نہیں کہ وہ ہم سے پورا ہوا یا نہیں، عید کی خوشی منانا اسے مناسب ہے جو عذابِ الٰہی سے امن میں ہو۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! وہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جن کے حوالے سے سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں اور حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ جو اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں ان حضرات کا یہ حال ہے کہ اس تصور سے رو رہے ہیں کہ کیا خبر ماہِ رمضان المبارک کے روزے قبول ہوئے ہیں یا نہیں، اللہ کے حکم کی تکمیل ہوئی یا نہیں، اللہ ہم سے راضی ہوا یا نہیں۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے دل میں کبھی یہ خیال بھی پیدا نہیں ہوتا اور ہم رمضان کے رخصت ہوتے ہی رقص وسرور میں مدہوش ہو کر اللہ عزوجل کو بھول جاتے ہیں۔

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ عید نہ منائی جائی۔ یقیناً عید منانی چاہئے مگر ساتھ ہی ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ چاہے خوشی کا موقع ہو یا غم کا۔ جیسا کہ حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''**اَوَّلُ مَنْ یُدْعٰی اِلَی الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الَّذِیْنَ یَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِیْ البأسآءِ وَالضَّرَآءِ**'' جنہیں قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ ہوں گے جو خوشی وغم میں اللہ عزوجل کی حمد کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس شب میں یاد کرنے کی فضیلت حدیثِ پاک میں اس طرح مروی ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو عیدین کی راتوں میں قیام کرے اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مریں گے۔

دوسری روایت میں اس طرح منقول ہے کہ اصبہانی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو پانچ راتوں میں شب بیداری کرے اس کے لئے جنت واجب ہے۔ ذی الحجہ

کی آٹھویں، نویں اور دسویں شب، عید الفطر کی رات اور شعبان کی پندرہویں رات یعنی شبِ برأت۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! نبیٔ صادق ومصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا احادیث کریمہ میں شبِ عید میں قیام یعنی رات میں جاگ کر عبادت کرنے کی فضیلت بیان فرمادی، پہلی حدیث میں یہ ارشاد فرمایا کہ جب سارے لوگوں کے دل مردہ ہوں گے اس وقت اس شخص کا دل زندہ رہے گا جو شخص اس رات میں جاگ کر عبادت کرتا ہے اور دوسری روایت میں یہ فرمایا کہ جو اس رات میں عبادت کرے گا اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔ اب مجھے بتایئے کہ کون شخص زندہ دلی نہیں چاہتا یقیناً ہم میں کا ہر شخص یہ چاہے گا کہ اس کا دل زندہ ہو۔

زندگی زندہ دلی کا نام ہے مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

اسی طرح ہر شخص جنت بھی چاہتا ہے مگر جنت حاصل کرنے کے لئے گناہ نہیں بلکہ نیکیاں کام آتی ہیں، ہمارا تو یہ حال ہے کہ گناہ پہ گناہ کرتے جاتے ہیں اور یہ تصور کرتے ہیں کہ جنت ہمارے نام سے ہی بنائی گئی ہے۔ یاد رکھیں کہ جہنم اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے ان لوگوں کے لئے جو اس کی اطاعت نہیں کرتے ہیں۔ ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تَصِلُ الذُّنُوبَ اِلَی الذُّنُوبِ وَ اَنْتَ تَرْتَجِی
دَرْکَ الْجِنَانِ بِهَا وَ فَوْزَ الْعَابِدِ
وَ نَسِیْتَ اَنَّ اللّٰهَ اَخْرَجَ آ
دَماً مِنْهَا بِذَنْبٍ وَّاحِدٍ

یعنی تم گناہ پہ گناہ کئے جا رہے ہو اور اس سے جنت اور عبادت کرنے والے کی طرح کامیابی کی امید رکھتے ہو، کیا تم یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فقط ایک خطاءِ اجتہادی کی وجہ سے جنت سے نکال دیا تھا۔

لہٰذا ہمیں شبِ عید بھی اللہ کی یاد میں اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے گزارنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

عید الفطر کا بیان

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ماہِ رمضان المبارک کے گزرنے کے فوراً بعد خدائے تعالیٰ ہمیں عید منانے کا موقع عطا فرماتا ہے یہ اس کا کتنا بڑا احسان ہے لیکن افسوس امت مسلمہ عیدِ سعید کے حقیقی مفہوم سے ناواقف ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اس میں صرف ہمیں دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد گھوم پھر کے اور فضول کاموں میں اسے گزار دینا ہے، حتیٰ کہ بعض نوجوان دوگانہ ادا کرنے کے فوراً بعد گھومنے پھرنے کی جگہوں، سنیما ہالوں اور پکنک Picnic کی جگہوں کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں اور ماہِ رمضان جو ہمیں گناہوں سے روکنے کے لئے آیا تھا اور ہمیں تقویٰ کا درس دینے آیا تھا اس کے گزر جانے کے بعد تقویٰ کا تصور ہی ہمارے دل سے ختم ہو جاتا ہے۔ یاد رکھیں! اسلام خوشی منانے کا حکم دیتا ہے مگر وہ خوشی جس میں شریعت مطہرہ کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ ہمیں عید کا دن کیسے گزارنا چاہئے مندرجہ ذیل سطور کو پڑھیں اور عمل کرنے کی کوشش کریں۔

عید منانا کب سے شروع ہوا

ابوداؤد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے اس زمانے میں اہلِ مدینہ سال میں دو دن خوشی مناتے تھے (مہرگان دیروز) فرمایا یہ کیا دن ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا جاہلیت میں ہم ان دنوں میں خوشی مناتے تھے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہیں دئے، عید الاضحیٰ اور عید الفطر۔

عید کا دن کیسے گزاریں

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! اسلام دینِ فطرت ہے اس نے اپنے ماننے والوں کو حیات کے ہر لمحہ کے لئے اصول اور ضابطہ مہیا فرمایا ہے، عید منانے کے اصول عطا فرمائے ہیں۔ اسلاف کرام کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس مبارک دن بکثرت اللہ کی عبادت کرتے تھے، غریبوں کی غمخواری کرتے، یتیموں، بیواؤں کا سہارا بنتے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ رب

العزت ہمیں بھی ان پاک باز نفوسِ قدسیہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

غریبوں کا خیال رکھیں

یوں تو دینِ اسلام نے ہر لحہ غریب پروری، مفلسوں کی مدد اور یتیموں اور مسکینوں کی فریاد رسی کا درس دیا ہے، خصوصاً عید کے دن انہیں نہ بھولنا چاہئے۔اسی لئے بانیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید کی نماز ادا کرنے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا تاکہ مسلمان اس خوشی کے موقعہ پر اپنے غریب بھائیوں کو بھی یاد رکھیں اور اپنی خوشی میں انہیں بھی شریک کرلیں۔گزشتہ صفحات پر آپ نے صدقات کی اقسام اور اس کی فضیلت کے حوالے سے تفصیل پڑھ لی اب صدقۂ فطر کے حوالے سے چند مسائل ملاحظہ کریں۔

☆ صدقۂ فطر ہر مسلمان آزاد مالکِ نصاب پر جس کی نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو، واجب ہے۔اس میں عاقل بالغ ہونے کی شرط نہیں۔نابالغین کا صدقہ ان کے ولیوں پر واجب ہے۔

☆ صدقۂ فطر شخص پر واجب ہے، مال پر نہیں۔لہٰذا اگر کوئی شخص مر گیا تو اس کے مال سے صدقۂ فطر واجب نہیں۔

☆ عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہوجاتا ہے۔لہٰذا جو صبح صادق کے بعد پیدا ہوا یا کافر تھا مسلمان ہوا یا فقیر تھا مالکِ نصاب ہوا تو اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے۔

☆ صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں ہے، اگر کسی عذر، سفر، بیماری، بڑھاپے کی وجہ سے یا (معاذ اللہ) بلا عذر روزہ نہ رکھا تب بھی اس پر واجب ہے۔

☆ صدقۂ فطر انہیں کو دینا جائز ہے جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، جن کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے انہیں فطرہ بھی نہیں دے سکتے۔ (بہارِ شریعت)

☆ صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے کہ گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو آدھا صاع، کھجور یا منقیٰ یا جو یا اس کا

آٹا یا ستو ایک صاع۔گیہوں یا جو دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ ہے کہ ان کی قیمت دے۔

اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے کہ صاع کا وزن تین سو اکیاون روپیہ بھر ہے اور آدھا صاع کا وزن ایک سو پچھتر روپیہ اٹھنی بھر اوپر ہے۔یعنی اسی بھر کے نمبری سیر سے جو آج کل ہندوستان کے اکثر بڑے شہروں میں رائج ہے، ایک صاع چار سیر سوا چھ چھٹانک کا ہوتا ہے اور آدھا صاع دو سیر سوا تین چھٹانک کا ہوتا ہے۔آسانی اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ گیہوں سوا دو سیر نمبری یا جو ساڑھے چار سیر نمبری ایک ایک شخص کی طرف سے دیں۔ (قانونِ شریعت)

عید کے دن یہ باتیں مستحب ہیں

حجامت بنوانا، ناخن کاٹنا، غسل کرنا، مسواک کرنا، اچھے کپڑے پہننا (نیا ہو تو نیا ورنہ صاف ستھرا دھلا ہوا) عمامہ باندھنا، انگوٹھی پہننا، خوشبو لگانا، صبح کی نماز محلّہ کی مسجد میں پڑھنا، عیدگاہ جلد جانا، نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا، عیدگاہ کو پیدل جانا، دوسرے راستے سے واپس آنا، نماز کو جانے سے پہلے چند کھجوریں کھالینا، تین پانچ یا سات یا کم وبیش مگر طاق عدد میں ہوں۔کھجوریں نہ ہوں تو کچھ میٹھی چیز کھالے۔

خوشی ظاہر کرنا، کثرت سے صدقہ دینا، عیدگاہ کو اطمینان و وقار سے اور نیچی نگاہ کئے جانا، آپس میں مبارک باد دینا یہ سب باتیں عید کے دن مستحب ہیں۔

ان باتوں سے پرہیز کریں

اب ہم چند ایسی چیزوں کا ذکر کرنے جا رہے ہیں جو ہمارے معاشرے میں رائج ہیں مگر شریعت کی رو سے اس کو کرنا کسی طور پر درست نہیں بلکہ دنیا و آخرت میں تباہی کا سبب ہیں۔

☆ عید کا دن آنے پر عام طور پر مسلمان سنیما، ڈراما، سرکس وغیرہ دیکھنے جاتے ہیں۔

☆ بعض مسلمان عید کے دن شراب نوشی، جوا وغیرہ کھیلتے ہیں۔

☆ بعض جگہوں پر گانے وغیرہ لگا کر لڑکوں کے ساتھ ساتھ لڑکیاں بھی ناچتی ہیں۔

☆ بعض جگہوں پر پٹاخے وغیرہ پھوڑے جاتے ہیں۔

☆ بعض لوگ غیر مسلموں کی باقاعدہ اہتمام کے ساتھ دعوت کرتے ہیں اور انہیں بھی اپنے اس مقدس تہوار میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔

☆ بعض جگہوں پر باقاعدہ ٹی۔وی لگا کر لوگوں کو جمع کرکے لوگ فلمیں دیکھتے ہیں۔(معاذ اللہ)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! مذکورہ امور کا ارتکاب سراسر اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں، مذکورہ افعالِ مذمومہ وقبیحہ کے ارتکاب سے ہم ہرگز فلاحِ دارین کی ابدی سعادتوں کو حاصل نہیں کرسکیں گے۔ فلاح وکامیابی تو اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری میں ہے۔

رب قدیر جل جلالہٗ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سب کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

ماہِ رمضان المبارک کی کچھ اہم تاریخیں

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ماہِ رمضان المبارک کے فضائل ومسائل آپ پڑھ چکے آپ نے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ یہ کتنا عظیم مہینہ ہے؟ جہاں یہ مہینہ اپنے اندر بے شمار خوبیاں رکھتا ہے وہیں اس ماہ کی عظمت وفضیلت اس سے بھی عیاں ہے کہ (۱) مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وصال کا بھی ماہ ہے۔ (۲) حضرت خدیجۃ الکبریٰ (۳) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور (۴) خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ان نفوسِ قدسیہ نے بڑی محنت ومشقت کے ساتھ اسلام کی عظیم دولت ہم تک پہونچائی، اسلامیانِ عالم پر ان کے بے شمار احسانات ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ان کے وصال کی تاریخیں آتی ہیں تو ہم ان کا ذکر خیر کرنے کے لئے محافل ومجالس کا انعقاد کرتے ہیں، ان کی یاد تازہ کرتے ہیں اور ان کی ارواح کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔

شیر خدا حضرت علی

کرم اللہ وجهه الکریم

مرتضیٰ شیرِ حق اشجع الاشجعین　　بابِ فضل وولایت پہ لاکھوں سلام

شیر شمشیر زن شاہِ خیبر شکن　　پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات محتاجِ تعارف نہیں، مسلمان گھر کا ہر بچہ انہیں جانتا اور مانتا ہے۔

ماہِ رمضان المبارک سے آپ کی تاریخِ شہادت متعلق ہے اس وجہ سے آپ کی حیاتِ طیبہ پر چند سطور سپردِ قرطاس کررہا ہوں پڑھیں اور ان کی سیرت کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔

نام و نسب

آپ کا نام نامی ''علی بن ابی طالب'' اور کنیت ''ابوالحسن اور ابوتراب'' ہے۔آپ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے صاحبزادے ہیں یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے اور یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء)

نسب نامہ و ولادت

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف

آپ ۳۰ ھ عام الفیل میں پیدا ہوئے اور اعلانِ نبوت سے پہلے ہی مولائے کل سید الرسل جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش میں آئے کہ جب قریش قحط میں مبتلا ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو طالب پر عیال کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو لے لیا تھا۔اس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے میں آپ نے پرورش پائی اور انہیں کی گود میں ہوش سنبھالا، آنکھ کھلتے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جمالِ جہاں آرا دیکھا، انہیں کی باتیں سنیں اور انہیں کی عادتیں سیکھیں۔اس لئے بتوں کی نجاست سے آپ کا دامن کبھی آلودہ نہ ہوا یعنی آپ نے کبھی بت پرستی نہ کی اور اسی لئے کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آپ کا لقب ہوا۔ (تنزیہ المکانۃ الحیدریہ)

آپ کا قبول اسلام

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نو عمر لوگوں میں سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے۔تاریخ الخلفاء میں ہے کہ جب آپ ایمان لائے اس وقت آپ کی عمر مبارک دس سال تھی بلکہ بعض لوگوں کے قول کے مطابق نو سال اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ سال اور کچھ لوگ اس سے بھی کم بتاتے ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تنزیہ المکانۃ الحیدریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بوقتِ اسلام آپ کی عمر آٹھ دس سال تھی۔

آپ کے اسلام قبول کرنے کی تفصیل محمد بن اسحاق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔جب یہ لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ لوگ یہ کیا کر رہے تھے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا دین ہے جس کو اس نے اپنے لئے منتخب کیا ہے اور اسی کی تبلیغ واشاعت کے لئے اپنے رسول کو بھیجا ہے۔لہٰذا میں تم کو بھی ایسے معبود کی طرف بلاتا ہوں جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں تم کو اسی کی عبادت کا حکم دیتا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کہا کہ جب تک میں اپنے باپ ابو طالب سے دریافت نہ کر لوں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔چوں کہ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو راز فاش ہونا منظور نہ تھا اس لئے آپ نے فرمایا اے علی! اگر تم اسلام نہیں لاتے ہو تو ابھی اس معاملہ کو پوشیدہ رکھو، کسی پر ظاہر نہ کرو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر چہ رات میں ایمان نہیں لائے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ایمان کو راسخ کر دیا تھا دوسرے روز صبح ہوتے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی پیش کی ہوئی ساری باتوں کو قبول کر لیا اور اسلام لے آئے۔

آپ کی ہجرت

سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب خدائے تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو بلا کر فرمایا کہ مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے لہٰذا میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔تم میرے بستر پر میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر سو رہو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔قریش کی ساری امانتیں جو میرے پاس رکھی ہوئی ہیں ان کے مالکوں کو دے کر تم بھی مدینہ چلے آنا۔

یہ موقع بڑا ہی خوفناک اور نہایت خطرہ کا تھا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھا کہ کفارِ قریش سونے کی حالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اسی لئے خدائے تعالیٰ نے آپ کو اپنے بستر پر سونے سے منع فرمادیا ہے۔آج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

بستر قتل گاہ ہے لیکن اللہ کے محبوب دانائے خفایا وغیوب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے اس فرمان سے کہ ''تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی قریش کی امانتیں دے کر تم بھی مدینہ چلے آنا'' حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو پورا یقین تھا کہ دشمن مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے، میں زندہ رہوں گا اور مدینہ ضرور پہونچوں گا۔ لہٰذا سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر جو آج بظاہر کانٹوں کا بچھونا تھا وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے پھولوں کی سیج بن گیا۔ اس لئے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ سورج پورب کی بجائے پچھم سے نکل سکتا ہے مگر حضور کے فرمان کے خلاف نہیں ہوسکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات بھر آرام سے سویا، صبح اٹھ کر لوگوں کی امانتیں ان کے مالکوں کو سونپنا شروع کیا اور کسی سے نہیں چھپا۔ اسی طرح مکہ میں تین دن رہا پھر امانتوں کے ادا کرنے کے بعد میں بھی مدینہ کی طرف چل پڑا، راستہ میں بھی کسی نے مجھ سے کوئی تعارض نہ کیا، یہاں تک کہ میں قبا بھی پہنچا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں تشریف فرما تھے میں بھی وہیں ٹھہر گیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور احادیث کریمہ

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی فضیلت میں بہت سی احادیثِ کریمہ وارد ہیں بلکہ امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جتنی حدیثیں آپ کی فضیلت میں ہیں کسی اور صحابی کی فضیلت میں اتنی حدیثیں نہیں ہیں۔

بخاری ومسلم میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم فرمایا اور اپنے ساتھ نہیں لیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ مجھے یہاں عورتوں اور بچوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں تو سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی'' یعنی کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جاتا ہوں کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون

علیہ السلام کو چھوڑ گئے البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (بخاری: ۱/۵۲۶)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر جانے کے وقت چالیس دن کے لئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ بنایا تھا اسی طرح جنگِ تبوک کی روانگی کے وقت میں تم کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر جارہا ہوں۔ لہٰذا جو مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا وہی مرتبہ ہماری بارگاہ میں تمہارا ہے۔ اس لئے اے علی! تمہیں خوش ہونا چاہئے۔ تو ایسا ہی ہوا کہ اس خوش خبری سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلی ہوگئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ'' یعنی جس نے علی کو برا بھلا کہا تو تحقیق کہ اس نے مجھ کو برا بھلا کہا۔ (مشکوٰۃ: ۵۶۵)

یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتنا قرب اور نزدیکی حاصل ہے کہ جس نے ان کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کی گویا اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کی توہین کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں تو گستاخی و توہین کرنا ہے۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھلے ہوئے میدان میں بہت سے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں اللہ کی قسم دے کر تم لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم غدیر خُم میں میرے متعلق کیا ارشاد فرمایا تھا؟ تو اس مجمع سے تیس آدمی کھڑے ہوئے اور ان لوگوں نے گواہی دی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس روز فرمایا تھا ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَّوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ'' میں جس کا مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں، یا الٰہ العالمین جو شخص علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو شخص علی سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔

آپ کی شہادت

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے سترہ ۱۷/رمضان المبارک ۴۰ھ کو علی الصبح بیدار ہو کر اپنے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا آج رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کی امت نے میرے ساتھ کج روی اختیار کی ہے اور سخت نزع برپا کر دیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم ظالموں کے لئے دعا کرو تو میں نے اس طرح دعا کی کہ یا الٰہ العالمین تو مجھے ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے اور میرے جگہ ان لوگوں پر ایسا شخص مسلط کر دے جو بُرا ہو۔ ابھی آپ یہ بیان فرما ہی رہے تھے کہ ابنِ نباح مؤذن نے آواز دی "اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھنے کے لئے گھر سے چلے، راستے میں لوگوں کو نماز کے لئے آواز دے دے کر آپ جگاتے جاتے تھے کہ اتنے میں ابنِ ملجم آپ کے سامنے آ گیا اور اس نے اچانک آپ پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ وار اتنا سخت تھا کہ آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جا کر ٹھہری، شمشیر لگتے ہی آپ نے فرمایا "فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ" یعنی رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء)

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یومِ شہادت کی آمد پر آپ کے ذکر کی محفلیں قائم کرو اور ان کی زندگی کی روشن راہوں پر چل کر کامیاب و کامران ہو جاؤ۔ اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے فضائل و مناقب میں بہت سی آیات و احادیث ہیں چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کہو۔ (سورۂ احزاب: پ۲۲، آیت ۳۲)

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ" اور اس (نبی) کی بیویاں ان مومنین کی مائیں ہیں۔

یہ تمام امت کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس بیویاں دو باتوں میں حقیقی ماں کے مثل ہیں، ایک یہ کہ ان کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کسی کا نکاح جائز نہیں۔ دوم یہ کہ ان کی تعظیم و تکریم ہر امتی پر اسی طرح لازم ہے جس طرح حقیقی ماں کی بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ لیکن نظر اور خلوت کے معاملہ میں ازواجِ مطہرات کا حکم حقیقی ماں کی طرح نہیں ہے کیوں کہ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ الْحِجَابِ" جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیویوں سے تم لوگ کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

مسلمان اپنی حقیقی ماں کو تو دیکھ بھی سکتا ہے اور تنہائی میں بیٹھ کر اس سے بات چیت بھی کر سکتا ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس بیویوں سے ہر مسلمان کے لئے پردہ فرض ہے اور تنہائی میں ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔

ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کی سب سے پہلی رفیقۂ حیات ہیں۔ ان کے والد کا نام خویلد بن اس اور والدہ کا

نام فاطمہ بنت زائدہ ہے۔ یہ خاندانِ قریش کی بہت ہی معزز اور نہایت ہی دولت مند خاتون تھیں، اہلِ مکہ ان کی پاکدامنی اور پارسائی کی بناء پر ان کو ''طاہرہ'' کے لقب سے یاد کرتے تھے، انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق وعادات اور جمالِ صورت وکمالِ سیرت کو دیکھ کر خود ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کی رغبت ظاہر کی اور پھر باقاعدہ نکاح ہو گیا۔

آپ کا قبولِ اسلام

علامہ ابن اثیر اور امام ذہبی کا بیان ہے کہ اس بات پر تمام امت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائیں اور ابتدائے اسلام میں جب کہ ہر طرف سے آپ کی مخالفت کا طوفان اٹھ رہا تھا ایسے کٹھن وقت میں صرف انہیں کی ایک ذات تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مونسِ حیات بن کر تسکینِ خاطر کا باعث تھیں۔

احادیث میں آپ کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! یہ خدیجہ ہیں جو آپ کے پاس ایک برتن لے کر آرہی ہیں جس میں کھانا ہے۔ جب یہ آپ کے پاس آجائیں تو آپ ان سے ان کے رب کا اور میرا سلام کہہ دیں اور ان کو یہ خوشخبری سُنا دیں کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا ایک گھر بنا ہے جس میں نہ کوئی شور ہو گا نہ کوئی تکلیف ہو گی۔ (بخاری:۱/۵۳۹)

اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ مبارک سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہت زیادہ تعریف سُنی تو انہیں غیرت آگئی اور انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اب تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیوی عطا فرمادی۔ یہ سُن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں۔ خدا کی قسم خدیجہ سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی۔ جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جس وقت کوئی شخص مجھے کوئی چیز دینے کے لئے تیار نہ تھا اس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا سارا مال دے دیا اور انہیں

کے شکم سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

امام طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دنیا میں جنت کا انگور کھلایا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

آپ کی وفات

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پچیس سال تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت گزاری سے سرفراز رہیں، ہجرت سے تین برس قبل پینسٹھ برس کی عمر پا کر ماہِ رمضان المبارک میں مکہ معظّمہ میں انہوں نے وفات پائی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان حَجُون (جنۃ المعلیٰ) میں خود بہ نفسِ نفیس ان کی قبر میں اتر کر اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کو سپردِ خاک فرمایا۔ چوں کہ اس وقت تک نمازِ جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے آپ نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔

۱۰/رمضان المبارک آپ کی وفات کا دن ہے۔ اس روز ان کی یادوں کو تازہ کرو، ان کی روحِ مقدسہ کو ایصالِ ثواب کرنے کا اہتمام کرو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نورِ نظر اور دخترِ نیک اختر ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام ''اُمِّ رومان'' ہے۔ یہ چھ برس کی تھیں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے دسویں سال ماہِ شوال میں ہجرت سے تین سال قبل نکاح فرمایا اور شوال ۲ھ میں مدینہ منورہ کے اندر یہ کاشانۂ نبوت میں داخل ہو گئیں اور نو برس تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت سے سرفراز رہیں۔ ازواجِ مطہرات میں یہی کنواری تھیں اور سب سے زیادہ بارگاہِ نبوت میں محبوب ترین بیوی تھیں۔

احادیث میں آپ کا تذکرہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کی فضیلت میں ارشاد فرمایا ہے کہ کسی بیوی کے لحاف میں میرے اوپر وحی نازل نہیں ہوئی مگر حضرت عائشہ جب میرے ساتھ بستر نبوت پر سوتی رہتی ہیں تو اس حالت میں بھی مجھ پر وحی الٰہی اترتی رہتی ہے۔ (بخاری: ۱/۵۳۲)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تین راتیں میں خواب میں دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ تم کو ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر میرے پاس لاتا رہا اور مجھ سے یہ کہتا رہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ جب میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو ناگہاں وہ تم ہی تھیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس خواب کو پورا کر دکھائے گا۔ (مشکوٰۃ: ۳/۵۷۳)

چند وجہوں سے آپ کی فضیلت

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مندرجہ ذیل وجوہات کی بنیاد پر دیگر ازواجِ مطہرات پر فضیلت حاصل ہے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے سوا کسی دوسری کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

☆ آپ کے سوا ازواجِ مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جن کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برأت اور پاکدامنی کا بیان قرآن مقدس میں فرمایا۔

☆ نکاح سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ریشمی کپڑے میں لا کر آپ کی صورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دکھلا دی تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین راتیں آپ کو دیکھتے رہے۔

☆ آپ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے پانی لے کر غسل کیا کرتے تھے، یہ شرف ازواجِ مطہرات میں سے کسی اور کو نہیں حاصل ہے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ تہجد پڑھا کرتے تھیں اور آپ ان کے آگے سوئی ہوتی تھیں۔ ازواجِ مطہرات میں سے کوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس کریمانہ محبت سے سرفراز نہیں ہوئیں۔

☆ آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی لحاف میں سوئی ہوتیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خدا کی وحی نازل ہوتی رہتی۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کا سرِ مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حلق اور سینے کے درمیان تھا اس حالت میں آپ کا وصال ہوا۔

☆ آپ کی باری کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبرِ انور خاص آپ کے گھر میں بنی۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

احادیث مبارکہ کی نقل و روایت میں آپ کا کردار

فقہ وحدیث کے علوم میں ازواجِ مطہرات کے اندر ان کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ دو ہزار دو سو دس حدیثیں انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں، ان کی روایت کی ہوئی حدیثوں میں سے ایک سو چوہتر حدیثیں ایسی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں ہیں اور چون حدیثیں ایسی ہیں جو صرف بخاری شریف میں ہیں اور اڑسٹھ حدیثیں وہ ہیں جن کو صرف امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے۔ ان کے علاوہ باقی حدیثیں احادیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

علمِ طب میں آپ کی معلومات

علم طب اور مریضوں کے علاج و معالجہ میں بھی انہیں بہت کافی مہارت تھی، حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن حیران ہو کر حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ اے اماں جان! مجھے اس بات پر بہت ہی حیرانی ہے کہ آخر یہ طبی معلومات اور علاج و معالجہ کی مہارت آپ کو کہاں سے اور کیسے حاصل ہوگئی؟

یہ سُن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی

آخری عمر شریف میں اکثر علیل ہو جایا کرتے تھے اور عرب و عجم کے اطبا (ڈاکٹرس) آپ کے لئے دوائیں تجویز کرتے تھے اور میں ان دواؤں سے آپ کا علاج کرتی تھی اس لئے مجھے طبی معلومات بھی حاصل ہو گئیں۔ (سیرت المصطفیٰ ملخصاً)

عبادت و سخاوت میں آپ کی ذات

عبادت میں آپ کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے، آپ کے بھتیجے حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روزانہ بلا ناغہ نمازِ تہجد پڑھنے کی پابند تھیں اور اکثر روزہ دار بھی رہا کرتی تھیں۔

سخاوت اور صدقات و خیرات کے معاملے میں بھی تمام امہات المومنین میں خاص طور پر ممتاز تھیں۔ امِّ دُرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھی اس وقت ایک لاکھ درہم کہیں سے آپ کے پاس آیا آپ نے اسی وقت ان سب درہموں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا اور ایک درہم بھی گھر میں باقی نہیں چھوڑا، اس دن وہ روزہ دار تھیں۔

عربی اشعار میں آپ کی مہارت

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو آپ کے بھانجے تھے ان کا بیان ہے کہ فقہ و حدیث کے علاوہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعارِ عرب کا جاننے والا نہیں پایا۔ وہ دورانِ گفتگو ہر موقع پر کوئی شعر پڑھ دیا کرتی تھیں جو بہت ہی برمحل ہوا کرتا تھا۔

آپ کا وصال

۱۷ر رمضان المبارک شب سہ شنبہ ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں مدینہ منورہ کے اندر آپ کا وصال ہوا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی وصیت کے مطابق رات میں لوگوں نے آپ کو جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواجِ مطہرات کی قبروں کے پہلو میں دفن کیا۔

خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر — ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اس بتول جگر پارۂ مصطفیٰ — حُجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے — اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ، زاہرہ، طیبہ، طاہرہ — جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

رمضان المبارک مسلمانوں کیلئے جہاں اس لئے محترم ہے کہ اس میں رحمتوں اور برکتوں کا نزول مسلسل ہوتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اس میں دنیا والوں پر ہوتی ہے، اس کی برکت سے جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں، اس کے صدقے میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں و مغفرتیں ہمیں ملتی ہیں وہیں اس لئے بھی یہ ماہِ مبارک ہمارے لئے قابلِ قدر و یادگار ہے کہ اس ماہ کی تین تاریخ کو حضرت خاتونِ جنت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال باکمال ہوا۔

خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کیا مقام و مرتبہ ہے اور کتنا عظیم رتبہ ہے ان کا یہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے "قُلْ لَّا أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى"، تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ (سورۂ شوریٰ: ۲۳)

یعنی اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں نے تمہارے مابین جو رشد و ہدایت کی ہے اور تمہیں ظلماتِ کفر سے نکال کر اسلامی انوار سے منور کیا ہے، اس پر مجھے تمہاری اجرت نہیں چاہئے ہاں اتنا مطالبہ ضرور ہے کہ میرے قریبی رشتہ داروں سے محبت رکھنا، انہیں کوئی ایذا و تکلیف نہ پہنچانا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ بیت اطہار کی محبت فرائضِ دینیہ میں سے ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل زبانِ نبوی سے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! قربیٰ سے مراد کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ''عَلِیٌّ وَّ فَاطِمَۃُ وَ وَلَدَاھُمَا''، علی، فاطمہ اور ان کے بیٹے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین)

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کی محبت مطلوبِ مصطفیٰ بھی ہے اور مرضیِ خدا بھی، اسی لئے تمام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ان کی محبت دل میں بسائے رکھیں اور ان کی شان میں ادنیٰ سی بے ادبی سے بھی بچیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمیشہ ان کے محبین میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم

حضور کو سب سے زیادہ محبوب

حضرت جُمیع بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا ''اَیُّ النَّاسِ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قَالَتْ: فَاطِمَۃُ فَقِیْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ: زَوْجُھَا'' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون تھا فرمائیں کہ حضرت فاطمہ تھیں پھر پوچھا گیا مردوں میں کون؟ تو بولیں ان کے شوہر۔ (مشکوٰۃ: ۵۷۰)

پیشانی کو بوسہ دیتے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ''کَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قَامَ اِلَیْھَا فَقَبَّلَھَا وَ اَجْلَسَھَا فِیْ مَجْلِسِہٖ وَ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِذَا دَخَلَ عَلَیْھَا قَامَتْ مِنْ مَّجْلِسِھَا فَقَبَّلَتْہُ وَ اَجْلَسَتْہُ فِیْ مَجْلِسِھَا'' جب حضرت فاطمہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور (ان کی پیشانی اقدس پر) بوسہ دیتے اور انہیں اپنی جگہ بٹھاتے (محبت میں) اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے

پاس تشریف لے جاتے تو آپ کھڑی ہو جاتیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (کے دستِ اقدس) کو چوم لیتیں اور (احتراماً) اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ (ترمذی، مستدرک)

حضور کا گستاخ

حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''فَاطِمَۃُ بُضْعَۃٌ مِّنِّی فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِیْ'' فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے انہیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ (مشکوٰۃ: ص ۵۶۸)

اللہ کی رضامندی و ناراضگی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''اِنَّ اللّٰہَ یَغْضِبُ بِغَضَبِ فَاطِمَۃَ وَ یَرْضٰی بِرِضَائِھَا'' فاطمہ کے ناراض ہو جانے سے اللہ تعالیٰ غضبناک ہو جاتا ہے اور ان کے خوش ہو جانے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ (مستدرک)

جنتی عورتوں کی سردار

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پوچھنے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود بیان فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا ''یَا فَاطِمَۃُ اَمَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَۃَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَوْ سَیِّدَۃَ نِسَآءِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ'' اے فاطمہ کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تمام جنتی مومنین کی عورتوں کی سردار ہو یا یہ فرمایا کہ اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔ (مسلم)

مختصر سوانح حیات

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ صاحبزادی ہیں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں، محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ لاڈلی شہزادی فاطمہ کے نام سے اور زہرا و بتول کے لقب سے جانی جاتی ہیں، حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بطنِ مبارک سے آپ کی ولادت ہوئی، آپ کی ولادت کی تاریخ میں علمائے مؤرخین نے اختلاف کیا ہے، کسی نے کہا ہے کہ

اعلانِ نبوت کے پہلے سال پیدا ہوئیں، کسی نے کہا ہے کہ اعلانِ نبوت سے ایک سال قبل ان کی ولادت ہوئی جب کہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا ہے کہ اعلانِ نبوت سے پانچ سال قبل ان کی پیدائش ہوئی۔ **و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

پندرہ برس کی عمر میں جنگ احد کے بعد یا پہلے آپ کا نکاح مولائے کائنات حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کر دیا، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں داخل کر دی گئی ہیں تو رونے لگی تھیں پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا اے فاطمہ! واللہ میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کر دیا ہے جس کا علم سب سے زیادہ ہے، جو علم میں سب سے افضل ہے، جو سب سے پہلے اسلام لانے والا ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیگر صاحبزادیوں پر اس لئے بھی فوقیت حاصل ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسل پاک کا سلسلہ انہیں سے جاری ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کا حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قلبِ مبارک پر بہت ہی جانکاہ صدمہ گزرا یہی وجہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد کبھی آپ ہنستی ہوئی نہیں دیکھی گئیں۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ میں جنازہ کھلا لے جانے کو ناپسند کرتی ہوں، اس پر حضرت اسماء نے عرض کیا اے بنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے سرزمین حبشہ میں ایک طریقہ دیکھا ہے کہ جنازہ کی چارپائی پر درخت کی شاخیں ڈال کر اس پر کپڑا ڈال دیتے ہیں۔ حضرت فاطمہ کو یہ طریقہ پسند آگیا تو انہوں نے فرمایا جب میری وفات ہو جائے تو تم اور حضرت علی مل کر مجھے غسل دینا، اس کے علاوہ اور کوئی داخل نہ ہو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت فاطمہ اسلام کی وہ پہلی ہستی ہیں جن کے جنازے کو اوپر سے ڈھانپ کر لے جایا گیا جب کہ ان سے پہلے جنازہ کو چارپائی پر رکھ کر

ایک چادر ڈال دیتے تھے اور جنازہ کھلا جاتا تھا۔

وصال شریف

وصال نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھ ماہ بعد ۳؍رمضان المبارک ۱۱ھ منگل کی رات کو جب آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اس وقت آپ کی عمر پاک تیس سال تھی۔ حضرت علی یا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کی وصیت کے مطابق رات میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ چنانچہ حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو قبر میں اتارا۔ اصح و مختار قول یہی ہے کہ آپ جنت البقیع شریف مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔

میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! خاص کر رمضان المبارک کی ۳؍تاریخ کو مالکِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہزادیٔ پاک کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کریں اور ان کی محبت نیز اہلِ بیت اطہار و ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین کی محبت سے اپنے سینے سرشار رکھیں اور ان کی محبت و الفت ہی میں آخرت کی بھلائی سمجھیں اور ہر اس شخص سے محبت رکھیں جو ان کا محبّ ہو اور جو ان سے بغض و عداوت رکھتا ہو اس سے کنارہ کشی اختیار کریں اور کبھی بھی ان مقدس بیبیوں کے تعلق سے بے ادبی کا ادنیٰ لفظ بھی اپنی زبان پر نہ آنے دیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اور مذکورہ باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم